رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر افضیت تعلیم تدریجی برائے عامۂ ناس

حاضر باشد یا بادی ٭ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر

مقاصد و مبادی ٭ پس اتباعاً للنص المذکور ٭ صحیفۂ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمی بہ

الہادی

نمبر ۱۱ | بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ | جلد ۲

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی

و ممکن ست برائے ہر جائع و صادی ٭ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و مصالح عقلیہ و کلید مثنوی و تشرف کہ اکثر آں مستفاد ست از درگاہ ارشادی

یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ٭ بادارۂ محمد عثمان عامی ٭ در ہر ماہ اسلامی

در مطبع محبوب المطابع الکٹرک پریس دہلی مطبوع گردید

از کتب خانۂ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی ارزاں نرخ بر صحیح رسید میگردد

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ربیع الاول ۱۳۴۵ھ

جو بہ برکت دُعا حکیم الامتہ محی السنتہ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی سے شائع ہوتا ہے

اُصول ومقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہٰذا کا مقصود اُمتہ محمدیہ کے عقائدُ اخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بجمد اللہ عین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) کسی ماہ کا رسالہ علاوہ ٹائیٹل کے ڈہائی جزسے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کیضرورت سے اس سے بھی بڑھ جانا ممکن ہی اور قیمت سالانہ دو روپے آٹھ آنہ ہی۔

(۴) سوائے اُن صاحبون کے جو پیشگی قیمت دا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بہیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے ع؎ کا وی پی روانہ ہوگا جسپر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنہ کا وی۔پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہی وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بہیجینگے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بہیجا جائیگا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال مین خریدار ہونگے اُنکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۴ھ سے بہیجے جائینگے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر الہادی کی جلد اول درکار ہو طلب فرماوین مگر اس کی قیمت تین روپے ہے۔ علاوہ محصولڈاک ہ۔

الراقم

محمد عثمان مالک ومدیر رسالہ الہادی دہلی

بھی روایت کیا گیا ہے اور ان ائمہ مین سے کہ جو جماعت مین آنے کو فرض جانتے ہیں ابو العطا اور امام احمد بن حنبل اور ابو ثور ہین اور امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ مین نہیں رخصت دیتا (ترک جماعت کی) اس شخص کو کہ وہ جماعت مین حاضر ہونے کی طاقت رکھتا ہو بلا عذر کے اور خطابی نے ابن ام مکتوم کی حدیث روایت کرنیکے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے اس امر کی کہ جماعت مین حاضر ہونا واجب ہے اور اگر یہ مستحب ہوتا تو جن لوگونکو ترک جماعت کی اجازت ہے ان میں سے سب سے پہلے اہل ضرورت اور ضعفاء اور حضرت ابن مکتوم جیسے (نابینا) شخص ہوتے اور عطاء بن ابی رباح فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کی مخلوق مین سے کسی شخص کو وطن اور بستی مین ترک جماعت کی رخصت نہیں ہے جبکہ وہ اذان کو سن سکتا ہو اور امام اوزاعی نے فرمایا کہ جمع اور جماعات کے چھوڑنے میں والدین کی اطاعت بھی نہیں **ف** یعنے اگر والدین جمعہ یا پنجگانہ جماعتون میں حاضر ہونے سے منع کرین تو کہنا نہ ماننا چاہیئے انتہی۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک نابینا آدمی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے پاس کوئی رہبر نہین ہے کہ مجکو مسجد لے آوے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے گھر پر نماز پڑہنے کی اجازت دے جانے کی خواہش پیش کی تہی آپ نے اسے رخصت دیدی جب وہ واپس ہوا تو اسکو بلوایا اور فرمایا کہ کیا تو نماز کے بلاوے یعنے اذان کو سنتا ہے عرض کیا کہ ہان فرمایا تو ضرور اجابت کر و جماعت میں شریک ہو اسکو مسلم اور نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو شعثاء محاربی سے مروی ہے کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ موذن نے اذان دی ایک آدمی مسجد سے کہڑا ہو کر چلنے لگا حضرت ابوہریرہؓ اسکی طرف دیکھتے رہے حتی کہ وہ مسجد سے نکل گیا پھر حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ لیکن اس شخص نے بیشک ابو القاسم صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے اسکو مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے اور یہ پہلے بھی گذر چکی۔

اور حضرت ابو امامہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم نابینا

جنکے بارہ مین سورہ عبس و تولی ان جاءہ الاعمی نازل ہوئی تھی یہ قریش میں سے ایک آدمی تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہون مجھکو جناب ملاحظہ فرمارہے ہیں میری عمر بڑی ہوگئی ہڈیاں میری نرم ہوگئین نگاہ جاتی رہی اور کوئی ایسا ہمراہی بھی میسر نہیں کہ اسکی چال میرے موافق ہو (مین ساتھ چل سکون) کیا آپ میرے بارہ میں رخصت پاتے ہیں کہ میں گھر میں نیچگانہ نماز پڑھ لیا کروں فرمایا کیا تم جس گھر میں رہتے ہو موذن کی اذان سُنتے ہو انھوں نے کہا کہ ہاں یارسول اللہ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے لئے رخصت نہیں پاتا اور اگر یہ نماز سے رہجانے والا جانتا کہ اس جماعت مین شریک ہونے کو جانیوالے کے واسطے کیا اجر ہے تو یہ (مختلف) ضرور آتا اگرچہ چارون ہاتھ پیرون پر گھٹنیوں چلنا پڑتا اسکو طبرانی نے علی بن زید الہانی سے بواسطے قاسم عن ابی امامہ روایت کیا ہے۔

۱۷۸ اور حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہتے ہین کہ حضرت اُم مکتومؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا یارسول اللہ میرا گھر بعید ہے اور مین نابینا ہوں اور اذان کی آواز سُنتا ہون فرمایا اگر تم اذان سُنتے ہو تو اجابت کرو (حاضر ہو) اگرچہ گھٹنیوں ہو یا چتڑیون اسکو امام احمد اور ابو یعلے نے اور طبرانی نے اوسط مین اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین بغیر (لفظ) چتڑیون کے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اُن سے دریافت کیا گیا ایک شخص کے بارہ مین کہ دن کو روزہ رکھتا ہے اور تمام رات نماز پڑھتا ہے اور نہ جماعت مین حاضر ہوتا ہے نہ جمعہ مین فرمایا وہ دوزخ مین ہوگا اسکو ترمذی نے موقوفاً روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابن عباس ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ جو شخص حی علے الفلاح سُنے اور اجابت نہ کرے (حاضر نہ ہو) اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم کی سنت کو چھوڑ دیا اسکو طبرانی نے اوسط مین باسناد حسن روایت کیا ہے۔

اور حضرت اسامۃ بن زیدؓ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ جماعت مین حاضر نہ ہونے کو چھوڑ دین ورنہ مین ضرور انکے گھرون کو

بلاوُنگا اسکو ابن ماجہ نے بواسطے زبرقان بن عمرو ضمری اسامہ سے روایت کیا ہے اور زبرقان کا اسامہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

اور حضرت ابن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اذان بحالت فراغ و تندرستی سُنی اور پھر اجابت نہ کی اسکی نماز نہیں ہے اسکو حاکم نے بروایت ابوبکر بن عیاش بواسطے ابوحصین ابن بردہ سے روایت کیا ہے اور صحیح الاسناد کہا ہے مصنف کہتے ہیں صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے۔

نفل نماز کے گھر مین پڑھنے کی ترغیب

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی نمازوں کا کچھ حصہ اپنے گھرون کے لئے مقرر کرلو اور انکو قبرین مت بنالو اسکو بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت جابر ابن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہتے ہین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے مسجد مین نماز پڑھ لے تو اسکو اپنے گھر کے لئے بھی اپنی نماز میں سے ایک حصہ مقرر کرنا چاہیئے اللہ تعالےٰ اُسکے گھر مین اسکی نماز کی وجہ سے خیر (و برکت) فرماتے ہیں اسکو مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اسی حدیث کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح ابوسعید کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

اور ابوموسے اشعریؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین فرمایا مثل اُس گھر کے جسمین اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور اُس گھر کی جس مین ذکر خدا نہیں کیا جاتا مثل زندہ اور مردہ کے ہے اسکو بخاری مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہتے ہین مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کونسی نماز میرے گھر مین افضل ہے یا (کونسی) مسجد مین فرمایا تم میرے گھر کو دیکھتے نہین ہو کیسا کچھ مسجد کے قریب ہے پھر بھی مجھکو اپنے گھر مین نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے بجز نماز فرض کے اسکو

امام احمد ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو موسےٰ سے مروی ہے کہتے ہین اہل عراق میں سے ایک جماعت حضرت عمر کی طرف چلی جب آپ کے پاس پہنچی آپ سے اس آدمی کے بارہ مین دریافت کیا جو اپنے گھر مین نماز پڑہے آپ نے فرمایا مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا جناب نے فرمایا آدمی کی نماز اسکے گھر میں نور ہے بس تم اپنے گھرونکو منور کرلو اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اسواسطے کہ نماز مرد کی افضل گھر میں ہے بجز نماز فرض کے اسکو نسائی نے باسناد جید سے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مین سے ایک صاحب سے روایت ہے محدث کہتے ہین مین گمان کرتا ہوں کہ انھوں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک سند پہنچائی ہے فرمایا آدمی کی نماز اسکے گھر میں ایسی جگہ پر نماز پڑہنے سے جہان اسکو لوگ دیکھتے ہوں ایسی فضیلت رکھتی ہے جیسے فرض نماز نفل نماز پر اسکو بیہقی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد بھی انشاء اللہ جید ہے۔

اور حضرت انس ابن مالک سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے گھرون کا بعض نمازون کے ساتھ اکرام کرو اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار کرنے کی ترغیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر آدمی جبتک نماز کی انتظار اسکو روکے رکھتی ہے اور اسکو گھر جانے کو بجز نماز کے اور کوئی امر مانع نہیں ہوتا وہ برابر نماز مین رہتا ہے اسکو امام بخاری نے ایک حدیث کے درمیان میں روایت کیا ہے اور مسلم نے روایت کیا ہے اور بخاری کی ایک روایت

مین ہے کہ تم میں سے ہر ایک آدمی برابر نماز میں رہتا ہے جبتک نماز اسکو روکے رکھتی ہے اور فرشتے کہتے رہتے ہین اللہ اسکو بخشدے اے اللہ اسپر رحم فرما یا جبتک کہ اپنے مصلے سے کھڑا نہیں ہوتا یا وضو نہیں توڑتا اور مسلم اور ابوداؤد کی ایک روایت مین اسطرح ہے فرمایا بندہ برابر نماز مین رہتا ہے جبتک کہ اپنے مصلہ پر نماز کی انتظار کرتا ہے اور فرشتے کہتے ہین اے اللہ اسکے گناہ بخشدے اے اللہ اسپر رحم فرما یہانتک کہ واپس ہو یا حدث کرے کہا گیا اور حدث کیا ہے فرمایا کہ آہستہ یا آواز بائی خارج کرے اور اسکو امام مالک نے موقوف نعیم بن عبد اللہ عمری سے نقل کیا ہے کہ انھون نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے سُنا فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی نماز پڑھکر اپنی جائے نماز پر بیٹھا رہا برابر فرشتے اسپر درود بھیجتے رہتے ہیں اے اللہ تو اسکی مغفرت فرما اے اللہ تو اس پر رحم فرما پھر اگر اپنی جائے نماز سے کھڑا ہو گیا اور مسجد مین بیٹھ گیا کہ نماز کی انتظار کرتا ہے برابر نماز میں رہے گا جبتک نماز پڑھے۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کو آدھی رات تک دیر کی پھر نماز کے بعد صحابہ کیطرف متوجہ ہو کر فرمایا تمام لوگ نماز پڑھکر سو رہے اور تم برابر نماز مین رہے جب سے نماز کی انتظار کر رہے ہو اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آیۃ تتجافی جنوبھم عن المضاجع۔ ترجمہ اُنکے پہلو بستروں سے علٰحدہ رہتے ہین نماز عشاء کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جسکو تم عتمہ کہتے ہو اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی پھر جو چلا گیا چلا گیا اور جو پیچھے رہگیا رہگیا پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جلدی سے تشریف لائے کہ سانس چڑھ رہا تھا اور گھٹنوں سے کپڑا اُٹھا رکھا تھا فرمایا خوش ہو جاؤ یہ تمہارے ربنے آسمان کے

دروازون میں سے ایک دروازہ کھولا ہے تم پر فرشتوں سے مفاخرہ فرما رہے ہیں فرماتے ہیں کہ میرے بندون کو دیکھو کہ ایک فرض کو ادا کیا ہے اور دوسرے کی انتظار کر رہے ہیں اسکو ابن ماجہ نے ابو ایوب کے واسطے سے حضرت ابن عمرو سے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہین اور یہ ابو ایوب مراغی عتکی ثقہ ہین مین نہیں جانتا کہ انہون نے حضرت عبد اللہ سے سُنا ہو واللہ اعلم۔

اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور ایک نماز بعد ایک نماز کے جسکے درمیان مین کوئی لغو بیہودہ بات نہ ہو علیون میں لکھا جاتا ہے اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور یہ پوری حدیث پہلے گذر چکی ہے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا مین تم کو ایسی بات نہ بتاؤن کہ اس سے اللہ تعالےٰ خطاؤن کو معاف کر دے اور گناہون کا کفارہ کر دے اصحاب نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ فرمایا ناگواریوں کے وقت وضو کامل کرنا اور مسجدونکی طرف کثرت سے قدم رکھنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار کرنا یہ سرحدی پہرا ہے (یعنی یہ انتظار میں بیٹھنا گو یا ایسا ہے کہ جہاد کی انتظار مین سرحد پر پڑا رہنا ہے) اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور امام مالک اور مسلم اور ترمذی اور نسائی نے حدیث ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے اور یہ پہلے گذر چکی ہے۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمانا گواریون کے وقت وضو کا کامل کرنا اور قدمون کو مسجدونکی طرف جانیکے کام میں لانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار کرنا خطاؤن کو بالکل دھو دیتا ہے اسکو ابو یعلے اور بزار نے اسناد صحیح سے اور حاکم نے روایت کیا ہے اور شرط مسلم پر صحیح کہا ہے۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہتے ہین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

۱۸۲

نے فرمایا بندہ جب نماز کے بعد اپنے مصلہ پر بیٹھا رہتا ہے فرشتے اسپر درود پڑھتے رہتے ہین اور انکی درود یہ ہے اے اللہ اسکی مغفرت فرما اُسپر رحم فرما اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اسکی سند میں عطاء بن سائب ہیں۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار کرنے والا مثل اُس سوار کے ہے کہ اسکا گھوڑا اسکو اپنے پہلو پر اللہ کے راستہ مین اڑائے لئے چلا جاتا ہے اور وہ بڑے سرحدی پہرے میں ہے اسکو امام احمد نے اور طبرانی نے اوسط مین روایت کیا ہے اور امام احمد کی اسناد صالح ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس رات میں میرے رب کی جانب سے آنے والا اور ایک روایت میں ہے میرا رب بہت اچھی صورت مین آیا اور مجھے فرمایا اے محمدؐ میں نے کہا لبیک اے میرے پروردگار اور سعدیک فرمایا کیا تم جانتے ہو گروہ اعلے ملائک کی کسی بات میں بحث کر رہے ہین میں نے عرض کیا مین نہیں جانتا بس میرے دونون شانوں کے درمیان دست مبارک رکھا حتے کہ میں نے اُسکی خنکی اپنی چھاتیوں کے درمیان پائی فرمایا اپنے سینے میں پائی بس مین جو کچھ آسمانون اور زمینون میں یا فرمایا جو کچھ درمیان مشرق اور مغرب کے ہے سب جان گیا فرمایا اے محمدؐ کیا تو جانتا ہے کس بارہ میں گروہ اعلے ملائک کی بحث کر رہے ہین مین نے عرض کیا ہاں درجات اور کفارات (یعنی اُن اعمال مین جن سے ترقی درجات ہوتی ہے اور گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے) اور جماعتوں کی شرکت کے لئے نقل قدم اور وضو کے کامل کرنے مین سخت سردیوں کے وقت اور نماز کے بعد نماز کی انتظار کرنے میں اور جس شخص نے ان نمازون کی محافظت کی وہ زندہ بھی خیریت کے ساتھ رہا اور مرا بھی خیریت سے اور اپنے گناہون سے ایسا صاف ہو جائیگا جیسا اسکی ماں نے اسکو جنا تھا الی آخر الحدیث اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور غریب کہا ہے اور یہ تمامہ پہلے گذر چکی ہے۔

۱۸۳

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا مین تم کو ایسی بات نہ تبلاؤن کہ اسکی وجہ سے اللہ پاک گناہون کا کفارہ فرمائے اور حسنات میں زیاتی فرمائے اصحاب نے فرمایا ضرور یا رسول اللہ فرمایا وضو یا پاکی کا ناگوار یونکے وقت کامل کرنا اور اس مسجد کی طرف کثرت سے قدم رکھنا اور ایک نماز کے بعد نماز پڑھنا اور کوئی ایسا آدمی نہیں ہے کہ پاک ہوکر یعنی وضو کر کر گھر سے نکلے حتے کہ مسجد میں جاکر مسلمانوں کے ساتھ یا فرمایا امام کے ساتھ نماز پڑھے پھر اسکے بعد کی نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے اور پھر ملائکہ نہ کہیں اے اللہ تو اس کی مغفرت فرما اس پر رحم فرما الی آخر الحدیث اسکو ابن ماجہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور لفظ ابن حبان کے ہیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین آپ نے فرمایا تین کفارہ ہین تین درجات (بڑہانے والے) ہیں اور تین نجات دینے والے اور تین ہلاک کرنے والے ہین تین کفارہ یہ ہین سردی کی شدتون میں وضو کامل کرنا اور نمازون کے بعد نماز کی انتظار کرنا اور جماعتونکی طرف نقل قدم کرنا اور (موجب) درجات کہانا کہانا اور سلام پھیلانا (یعنی ہر آشنا ناآشنا کو سلام کرنا) اور لوگون کے سوتے ہوئے نماز پڑھنا اور تین نجات دینے والے انصاف حالت رضامندی وغضب میں اور درمیانی چال فقر وغنی میں اور اللہ سے ڈرنا علانیہ اور تنہائی میں اور تین ہلاک کرنے والی یہ ہیں زیاتی بخل کہ اسکی اطاعت کیجائے اور خواہشات نفسانی کہ انکا اتباع کیا جائے اور آدمی کا اپنے نفس کو اچھا جاننا اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور لفظ اسی کے ہیں اور بیہقی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے اور اسکو صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہی اور اسکی اسنادون مین سے اگرچہ کوئی ایسی نہیں ہے کہ اس میں کچھ کلام نہ ہو مگر اسکا مجموعہ حسن ہے انشاء اللہ تعالےٰ۔

اور داؤد بن صالح رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں مجھ سے ابو سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا اے بھتیجہ تو جانتا ہے کس چیز کے بارہ میں

۱۸۴

(باقی آئندہ)

ضمیمہ نمبر (۱)

منقول از پرچہ علی گڈھ منتھلی بابت ماہ اپریل ۱۹۰۵ء جلد سوم نمبر ۳ صفحہ ۱۴۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا مسلمانان عالم کے لئے سال شمسی موزون ہوسکتا ہے

فی الحقیقت جسقدر سائنٹیفک معلومات کو ترقی ہوتی جائیگی اور جسقدر کہ حقائق عالم کا انکشاف زیادہ ہوگا اسیقدر اسلامی اصولون کی صداقت کے متعلق تائید حاصل ہوتی جائے گی بظاہر شمسی سال مین تعیین اوقات کی ایسی خوبی موجود ہے کہ اسکا دنیاوی امور کیلئے مفید ہونا بلاحجت تسلیم کیا جاسکتا ہے اور چونکہ کرہ زمین کی مداری حرکت کو جو ۳۶۵ دن اور چند گھنٹون اور منٹون مین وہ اپنے مرکز کے گرد ختم کرلیتی ہے پورے بارہ حصون یا بالفاظ دیگر مہینون میں تقسیم کرلیا جاتا ہے اور پھر گھنٹون کی کسرات کو چوتھے سال اور منٹوں کی کسرات کو ہر چوتھی صدی میں سال کبیسہ بنا کر پورا کرلیتے ہین اسلئے جو موسم ہر ملک مین جس مہینے کے لئے مختص ہے اسمین تفاوت نہین ہوتا اور ہمیشہ مہینون کے نام ہی بتلا دیتے ہیں کہ آیا ان ایام میں دور دورہ گرمی یا جاڑے کا ہے یا عمل و دخل بہار اور خزان کا برخلاف اسکے سال قمری مین مہینون کے ساتھ ساتھ نہ تعیین موسم ہے نہ باقاعدہ سالانہ اوقات کی تقسیم کیونکہ آج اگر ماہ صفر المظفر میں موسم گرما کا آغاز ہے تو اس سے نوین سال اس نام کے قمری مہینے مین کڑکڑاتا جاڑا پڑتا ہوگا کیونکہ نو سال بعد بجائے اپریل کے صفر کا مہینہ جنوری سے مطابقت پائیگا وجہ اسکی یہ ہے کہ چاند زمین کے گرد ۲۹ روز ۱۲ گھنٹہ ۴۴ منٹ ۸ر۲ سکنڈ میں اپنا دورہ پورا کرلیتا ہے اسکے معنی یہ ہین کہ چاند قرص آفتاب کے محاذ آکر جب دوسری مرتبہ اسی نقطہ پر واپس آتا ہے تو اسکو ۲۹ روز ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ ۸ر۲ سکنڈ صرف کرتا ہوتے ہین اور یہی باعث ہے کہ رویت ہلال کبھی ۲۹ روز اور کبھی ۳۰ روز مین ہوتی ہے اور اسیکا نام

قمری مہینہ ہے ان کے اعتبار سے قمری سال تقریباً ۳۵۵ دن کا ہوتا ہے اور اس لئے
سال شمسی سے بقدر دس یوم تخمینی کم ہے یہی کمی ہر چوتھے سال یعنی تین برس کے ختم
ہوتے پر ہندوستان مین ایک لوند کا مہینہ اضافہ کر دینے سے پوری کر لی جاتی ہے
حالانکہ اسلامی سال قمری مین کبھی کمی بیشی نہیں کیجاتی اور اس لئے ہمیشہ ہر سال دس اور
کبھی گیارہ روز کی کمی سے مہینون اور موسمون میں اختلاف ہوتا رہتا ہے اب غور طلب یہ
امر ہے کہ آیا یہ ظاہری نقص اسلامی سال قمری کا درحقیقت عیب ہے یا ثواب بظاہر
اسمیں کوئی شک نہیں کہ سال شمسی میں تغیر اور تبدل موسم وقت معینہ پر ہونے پر زراعت
اور تجارت مین کافی امداد ملتی ہے اور وقت پر کاشت وغیرہ کا انتظام کر لیا جاتا ہے لیکن دراصل
زراعت کیلئے مہینون کا جاننا کوئی ضروری شرط نہیں ہے بلکہ اسکا انحصار موسم کے تغیر
پر منحصر ہے مثلاً ہندوستان میں جولائی کا مہینہ آجانا اسلئے کافی نہیں ہوسکتا کہ کاشتکار
لوگ تخم ریزی شروع کر دیں بلکہ اسکے لئے بارش کا ہونا لازمی ہے چنانچہ ادھر بارش
شروع ہوئی قلبہ رانی کا کام جاری ہوگیا اگر بارش نہ ہو تو جولائی اور اگست سب مئی اور
جون کے برابر ہیں اسیطرح ایام بارش ختم ہونے کے بعد جب رُت بدلی ہوئی معلوم ہوتی
ہے اور سردی کا آغاز ہر عالم اور جاہل کو یکسان طور پر محسوس ہوتا ہے تو لوگ سرمائی
انتظام میں مصروف ہوجاتے ہیں اور کاشتکار لوگ فصل ربیع کے بونے میں ساعی
ہوتے ہیں اور ان کو اس امر کے جاننے کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی کہ اس مہینہ کو انگریزی
میں کیا کہتے ہین اور ایران میں اس کا کیا نام ہے الحاصل جو خوبی بظاہر سال شمسی مین نظر
آتی ہے اسپر کاروبار دنیاوی کا انحصار نہیں ہے بلکہ تغیر موسم پر ہے پھر اسقدر ضرورت
بھی صرف ہندوستان مین محسوس ہوتی ہے جہان تین موسم مقرر ہیں حالانکہ تمام دیگر ممالک
میں بارش کے اوقات عموماً غیر معین ہیں کہیں تو بارش ہوتی ہی نہیں اور کسی ملک مین ہوتی
ہے تو کوئی دن خالی نہیں جاتا اسلئے ظاہر ہے کہ سال شمسی کا وجود جسقدر کہ انضباط اوقات
کیلئے ضروری ہے اسقدر لوازم زندگی کے لئے لابد نہیں اور اگر چند پہلوؤن پر نظر ڈالنے
سے اسکے فواعد مان لئے جائیں تو سب سے مشکل یہ امر پیش آتا ہے کہ تمام عالم کے

۸۲

مہذب اور غیر مہذب عالم اور جاہل ذکور اور اناث کے لئے کون ذریعہ ہے کہ جس سے وہ
صحیح حساب تحویلات شمسی کا کریں اور اگر ایک مہینہ کی ایام شماری مین غلطی پڑ جائے تو کس
قدرتی علامت سے وہ اپنی تاریخوں کو صحیح رکھ سکیں غرض اس تقریر سے یہ ہے کہ
جبتک مصنوعی ذرائع مثل جنتری وغیرہ کے نہ حاصل ہوں یا ہر ملک وقوم میں چند منجم اور
جوتشی نہ ہون جنپر جنتری کا مدار ہو اسوقت تک عوام کے لئے کوئی فطرتی اور قدرتی ذریعہ
نہیں ہے کہ سال شمسی کا اجرا ہو سکے چنانچہ باوجود علم وفضل کے ہندوستان کے قدیم
علماء نے بھی اگرچہ سال شمسی بنایا کیونکہ ہندوستان میں بالخصوص فصول ثلاثہ کے باعث
اسکی ضرورت تھی لیکن ذریعہ حساب لگانے کا چاند ہی کو قرار دیا اور اسکے دَور کی کمی کو ہر تین
برس مین ایک مہینہ اضافہ کرکے رفع کردیا لیکن اسلام نے جو تمام عالم کیلئے یونیورسل ریلیجن [عالمگیر مذہب ۱۲]
ہونے کا دعوے کرتا ہے اس لوند کے مہینے کو بڑھانے کی ممانعت فرمادی اور ہم دیکھتے
مین کہ اس امتناع کی فلاسفی آج جغرافی معلومات نے نہایت خوبصورتی سے تبلادی ہے
اور سال قمری سے ہر مسلمان کو خواہ وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ ہندوستان کے سرسبز

۸۳

میدان میں ہو یا عرب اور صحرائے اعظم افریقہ کے لق ودق ریگستان مین ہلال دیکھکر اپنے
مہینے کا حساب لگانے کا طریقہ ایسا سہل تبلادیا ہے کہ اسکو اس معاملہ میں نہ پنڈت جی
سے پوچھنے کی ضرورت ہوتی ہے نہ جنتری کو الٹ پلٹ کرنے کی بلکہ اکثر اسکو جنتریوں کے
مصنوعی حساب کے دعوے پر جو رویت ہلال سے متعلق ہوتے ہیں خندہ زنی کا موقع ملتا
ہے اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ لوازمات زندگی میں سے جنکے لئے تعیین اوقات کی ضرورت
ہے زراعت تجارت اور ملازمت کے علاوہ عبادت بھی ایک لازمہ بشریت ہی جسکو ہر طبقہ
اور ملت کے آدمیوں نے انسان کی پہلی ضرورت تبلایا ہے اور عبادت کے لئے ہر مذہب
میں اوقات معین ہیں اور ان میں روزانہ بھی ہیں اور سالانہ بھی چنانچہ سالانہ اوقات مقررہ
مین سے وہ اس درجہ کی عبادت ہین جو ارکان اسلام میں داخل ہین یعنی روزہ اور حج
روزے کے لئے ایک مہینہ مقرر ہے اور حج کے لئے بھی ایک دن خاص کردیا گیا ہی
غالباً اسلئے کہ یونیفارمٹی رہے یا کوئی اور مصلحت مالک حقیقی کے علم میں ہو بہرحال تعیین وقت

موافقت ۱۲

کسی نہ کسی صورت مین ہر ایک دُنیا کے مذہب اور طریق عبادت مین موجود ہے پس جائے غور
ہے کہ اگر ماہ صیام کے لئے بلحاظ سال شمسی ٹھنڈے اور چھوٹے دن مثلاً دسمبر یا جنوری
منتخب کئے جاتے یا بہتر سے بہتر وہ مہینے لئے جاتے جنمین تمام روئے زمین پر دن رات
برابر ہوتے ہین یعنی مارچ اور ستمبر کے مہینے تو اسلام پر صاف یہ اعتراض وارد ہوتا کہ
سہولت کے لئے کیا اچھے دن چھانٹے ہیں اور اگر اس لحاظ سے ہمیشہ کے لئے اپریل
سے لیکر اگست تک کے کوئی تیس روز پسند کرلئے جاتے تو ان ایام کی ناقابل برداشت
سختیوں سے کبھی نہ کبھی اہل مذہب کے دل میں یہ کھٹکا گذرتا کہ دینداری کیسی سخت اور
مشکل کردی گئی ہے کہ روزے کے ایام ہمیشہ کے لئے ایسے وقت میں کردئے ہیں کہ
آسمان جلتا ہے اور زمین تپتی ہے غرض سال شمسی کے لحاظ سے حج اور ماہ صیام کا
تقرر کبھی خالی از اعتراض نہیں ہوسکتا لیکن یہانتک جو وجوہ سال قمری کی فوقیت کے
ہین وہ معلومات قدیم کی بنا پر ہیں لیکن مجھے یہ دکھلانا ہے کہ جدید جغرافی معلومات نے
اس مسئلہ پر کہانتک روشنی ڈالی ہے چنانچہ اس علم کے ماہرین بخوبی واقف ہیں کہ
خط استوا کے لحاظ سے زمین کی تقسیم نصف کرہ شمالی اور نصف کرہ جنوبی میں ہوتی
ہے اور چونکہ آفتاب چھ مہینے شمال میں اور چھ مہینے جنوب میں خط استوا کے رہتا ہے
اسلئے دونوں کرون مین ایک ہی وقت میں موسم برعکس رہتا ہے یعنی اگر نصف کرہ شمالی
میں گرمی ہے تو جنوبی میں جاڑا گویا جون کا مہینہ یورپ ایشیا شمالی امریکہ شمالی افریقہ
مین سخت گرمی کا ہوتا ہے تو جنوبی افریقہ جنوبی امریکہ اور آسٹریلیا میں کڑاکے کے
جاڑے کا ہوتا ہے اسلئے کہ ظاہر ہے کہ اگر سال شمسی کے حساب سے کوئی مہینہ
مقرر ہوتا تو آدھی دنیا ہمیشہ تکلیف میں رہتی اور دوسری نصف آرام میں کیونکہ موسم
سے ساتھ طوالت لیل ونہار مین بھی تفاوت ہے یعنی موسم گرما میں آباد حصہ دنیا میں ۱۲ گھنٹے
سے لیکر ۲۰ گھنٹے تک کا دن ہوتا ہے اور برخلاف اسکے موسم سرما میں ۱۲ گھنٹے سے
لیکر ۴ گھنٹے تک کا دن رہجاتا ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ اگر جون کا مہینہ ماہ صیام ہوتا تو
نصف کرہ شمالی کے باشندون کو علاوہ تپش وحرارت اور تشنگی کی شدت برداشت

کرنے کے چودہ اٹھارہ اور بیس گھنٹے تک روزہ رکھنا پڑتا اور کرہ جنوبی میں باوجود سردی کے چھ یا آٹھ گھنٹے تک عیش ولذت دنیاوی ترک کرنا کافی ہوتا اور یہی ایک مسئلہ ثابت کردیتا کہ نعوذ باللہ جس نے یہ قاعدہ قرار دیا ہے وہ خود کرہ زمین کی ساخت اور اسپر موسمون کی کیفیات اور تغیرات سے ناواقف ہے اور وہ مذہب جسمین ایسا قاعدہ ہو ایک لوکل یا مختص المقام مذہب ہے نہ کہ یونیورسل یعنی عالمگیر اس اشکال کو سال قمری ہی نے طے کیا ہے اسکے مہینے چھتیس برس تک ہر شمسی موسم کے حصہ میں سے گذرتے ہیں اور اگر ایک زمانہ عبادت گرمیون میں آتا ہے تو چند سال بعد خزان میں اور پھر جاڑون میں اور پھر بہار میں چنانچہ ہر ۳۶ سال کی مدت میں نصف کرہ شمالی اور نیز جنوبی میں ماہ صیام ہر موسم کے ہر حصے مین گذر کر ایک ایسی عدل کی صورت پیدا کرتا ہے جس سے صاف روشن ہے کہ دین اسلام جس ذات کے نزدیک دین حق ہے وہ وہ ذات پاک ہے جسکو حکیم مطلق اور خداوند برحق کہتے ہین جو مالک اور صانع ہر شے کا ہے اور جو تمام امور عالم سے بخوبی واقف ہے اور ایسا اصول صرف اس حکیم وعلیم کی آسمانی مدد سے قائم ہوسکتا ہے جو اس زمین کا پیدا کرنے والا اور صانع ہے ورنہ جس زمانہ میں دین اسلام چمکا ہے اسوقت نہ جنوبی امریکہ معلوم تھی نہ ٹرنسوال اور اسٹریلیا کا وجود تھا نہ نصف کرہ شمالی وجنوبی میں اختلاف موسم کی بحث درپیش تھی علیٰ ہذا القیاس ایام حج بھی ایک موسم پر منحصر نہیں ہیں اور رفتہ رفتہ ہر موسم میں آتے رہنے سے حجاج کو ہر موسم میں سفر کرنے کا موقع ملسکتا ہے پس وجوہات متذکرہ بالا سے ظاہر ہے کہ مسلمانان عالم کے لئے پورے عدل کے ساتھ سال قمری ہی موزون ہوسکتا ہے نہ کہ سال شمسی فقط

۸۵

ضمیمہ نمبر (۲)

منقول از مشیر مراد آباد ۱۸ ار نومبر ۱۹۱۳ء

لا تغلق باب التوبۃ حتی تطلع الشمس من مغربھا

حدیث صحیحہ میں سے ایک حدیث ہے جسکے بامحاورہ معنی یہ ہین کہ جبتک آفتاب

اپنی جاتے غروب سے طلوع نہ کریگا اسوقت تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہوگا یعنی ہر گنہگار کی توبہ اسوقت تک قبول ہوجاویگی جبتک آفتاب اپنی جائے غروب سے طلوع نہ کریگا اور جب ایسا ہوجاویگا توپھر باب توبہ بند ہوجاویگا اور کسیکی توبہ قبول نہ ہوگی یہ ایک ایسی حدیث ہے کہ نہ تو جسکی صحت مین شک ہوسکتا ہے اور نہ یہ اپنے مین پوشیدہ طور پر کوئی ایسے معنی رکھتی ہے کہ جو کچھ سہولت پیدا کرین اب وہ موقع ہے کہ جسکو بجز ایک کٹے اسلامی آدمی کے ہرایک تعلیمیافتہ نوجوان اور آزاد طبع شخص چاہے وہ فلسفہ سے کچھ نسبت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور خواہ سائنس کے نام کے سوا اور کچھ بھی نہ جانتا ہو یقیناً یہ کہہ اُٹھے گا کہ (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) اجی لاحول ولا یہ کیسی الٹی منطق ہے اور یہ کیسی اسلامی پیشینگوئی ہے اور کسطرح اسلامی فلاسفر اور علماء ریاضی دان اسپر اعتقاد رکھتے ہیں نہ تو عقل ہی اسکو تسلیم کرتی ہے اور نہ مشاہدہ ہی اس حساب کو درست ثابت کرتا ہے اور ہمارے آریہ بھائی اگر کہیں اس حدیث کو سُن پاوینگے تو جھٹ سے قانون قدرت کا اڑنبگہ اڑا کر اپنی دہریت الگ الاپنے لگیں گے ادھر مسائل ہیئت کے تھوڑے سے جاننے والے بھی کہنا شروع کر دینگے کہ مغرب سے طلوع آفتاب کے کیا معنی بھلا کیا مغرب کسی خاص شہر کا نام ہے روزانہ کا مشاہدہ اور تجربہ تو ہم کو بتلا رہا ہے کہ ہر ملک کا مشرق اور مغرب جُدا گانہ ہے اور روزانہ ہر ایک جگہ کا نقطہ مشرق و نقطہ مغرب بدلتا رہتا ہے توپھر وہ کونسا مغرب ہے جس سے قیامت کے دن آفتاب طلوع کریگا اور اگر ہر روز کا نقطہ مشرق نقطہ مغرب ہوکر طلوع آفتاب ہونے پر قیامت ہونا مانا جائے تو چھ ماہ تک ہر درجہ کے باشندون کے واسطے جداگانہ قیامتین ہوتے ہوتے (۱۸۰) روز میں (۱۸۰) قیامتیں ہونگی بہرحال یہ اور اسی قسم کے صدہا اعتراضات آجکل کے آزادی پسند اصحاب مخبر صادق علیہ التحیات کی اس سچی پیشینگوئی پر کرنے کو تیار ہوجاوینگے اور علوم جدیدہ کے شیدائی تو ممکن ہی نہیں ان مسائل پر جو قطعی اور یقینی طور پر نہ ثابت ہوجاوین بلکہ تحقیقات جدیدہ سے عین الیقین کے درجہ پر نہ پہنچ جاویں اعتبار کرین انکو وحی آسمانی پر ہی اعتبار نہین بلکہ ہم لوگوں کو (جو ایسے مسائل کو اپنا جزو ایمان سمجھتے ہین) تو آزادی پسند

۸۶

احباب اوہام پرست یا مذہبی ڈھکوسلوں کا پابند کہتے ہیں اور خواہ ان میں سے بعض حضرات اپنے ہمجنسوں کے خیال عزیز و اقارب و بزرگوں کے لحاظ سے صاف الفاظ میں کبھی مذہبی مسئلہ کی نفی نہ کریں اور اسکی تحقیر و تذلیل پر علی الاعلان آمادہ نہ ہو جاویں مگر بالیقین وہ اپنے دل میں تو ایسے مسائل کو ڈھکوسلا ہی خیال کرتے ہین ایسی صورت مین سخت ضرورت اس امر کی ہے کہ زمانہ خود ہی اچھے متکلمین پیدا کرے جو اسلامی مسائل کے ساتھ ہی علوم جدیدہ کے بھی ماہر ہون اور وہ اسیطرح مسائل اسلامی کا تطابق موجودہ فلسفہ سے کرین جسطرح امام غزالیؒ و امام رازیؒ وغیرہ نے قدیم فلسفہ کو مذہب کے مطابق کرکے اسکو مذہب کے تابع کر دیا۔

اوہو! میں اپنے اصل مطلب سے کسقدر دُور نکل گیا کیونکہ میرا مدعا" طلوع آفتاب از مغرب ممکن بلکہ لازم ثابت کرنا تھا اور یہان مین کچھ اور ہی بیان کرنے لگا۔ سنئے جناب اگرچہ مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا بظاہر نہایت کٹھن اور سخت بعید از قیاس ہے جو ظاہراً محض ہماری خوش عقیدتی پر محمول کیا جا سکتا ہے مگر حضرت خواہ اور مسائل میں تحقیقات جدیدہ ہماری مذہبی طور پر مخالفت کرے اور مذہب کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے واسطے تیار ہو جاوے مگر اس مسئلہ میں تو" جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے " کے مصداق تحقیقات جدیدہ ہی ہمارا ہاتھ بٹاتی ہے اور وہ ہی رہنمائی کرکے ہم کو اتنی جرأت دلاتی ہے کہ ہم طلوع آفتاب از مغرب ممکن ہی نہیں بلکہ ضروری اور لازمی ثابت کرنے کو تیار ہیں اور وہ اسطرح کہ اگرچہ یہ مسلم امر ہے کہ مشرق و مغرب محض فرضی اور نسبتی نام ہیں نہ کچھ اور کیونکہ جائے طلوع آفتاب کو مشرق اور جائے غروب آفتاب کو مغرب کہتے ہیں اور سال بھر نت نیا مشرق و مغرب ہوتا رہتا ہے جسکی ابتدا اول سرطان سے اور انتہا آخر قوس تک ہوتی ہے یعنی ۲۵ ر جون سے ۲۵ ر دسمبر تک (۵۲) دن میں ہر روز نیا مشرق اور نیا مغرب قدرت نے بنایا ہے بموجب عرض بلد کے پھر چونکہ آفتاب اپنی شعاعون سے ۹۰ درجہ مشرق اور ۹۰ درجہ مغرب کو کسرے زائد روشن کرتا ہے اس سبب سے روزانہ نقطہ مشرق بعینہ مغرب ان لوگوں کا ہے جو ہم سے بارہ ہزار میل یورپ میں آباد

ہین یہ اختلاف مشرق و مغرب بموجب طول بلد کے ہے یہ تو اس قادر مطلق کی روزانہ کی
قدرت نمائی ہے لیکن جس مغرب سے ہم کو بحث کرنا ہے حقیقتاً یہ وہ مغرب نہیں ہے اور ممکن ہے کہ
بعض احباب اس مثال کو نہ مانین کہ اس سے ہمارا مدعا ثابت نہ ہوا لہذا اسکو ہم اپنی ہی
حالت پر چھوڑتے ہین اور اس صحیح مغرب کو آپ کو تبلاتے ہین جسکی بابت مخبر صادق علیہ التحیات
والسلام نے پیشینگوئی فرمائی ہے مجھے ان احباب سے کوئی بحث نہین جو خلقت عالم
ہی کے قائل نہیں ہیں اور جنکا یہ خیال ہے کہ یہ عالم اچانک اور اتفاقیہ پیدا ہو گیا ہے
کیونکہ انکے اس خیال باطل کی تردید ایک علیحدہ چیز ہے اور ایسے منکرین (دہریون)
کی قلعی تحقیقات جدیدہ خود ہی کھولتی جاتی ہے جیسا کہ ہم آئیندہ کسی پرچہ مین ثابت کرینگے
لیکن وہ شخص جو آفتاب کو قدیم بالذات نہیں مانتا بلکہ مخلوق اور حادث جانتا ہے اسکو یہ بھی
ضرور ماننا پڑے گا کہ سب سے اول روز یعنی عین وقت پیدائش آفتاب نے کسی ایک
نقطہ سے طلوع کیا ہوگا پس سب سے پہلے آفتاب نے جس نقطہ سے طلوع کرکے اپنی
شعاعون سے سطح زمین کو روشن کیا وہی نقطہ مشرق حقیقی آفتاب کا ہے اور عدل فی القسمۃ
کی رو سے چونکہ دن اور رات کو مساوی زمانہ ملنا چاہیئے یعنی رات دن میں سے ہر ایک
پورے بارہ گھنٹہ کا ہونا چاہیئے جیسا کہ سال میں دو بار ۲۱ مارچ و ۲۳ ستمبر کو ہوتا ہے
اور ان دونون تاریخون کو اکثر بلاد معمورہ مین دن رات مساوی طور پر پورے ۱۲-۱۲ گھنٹے
کے ہوتے ہین لہذا اس پہلے روز پورے ۱۲ گھنٹے کے بعد جس نقطہ پر آفتاب آیا ہوگا وہی
حقیقی مغرب اسکا ہے جسکا علم خداوند عالم کو ہے کہ آفتاب کا اصلی مغرب یہی ہے اب
قابل ملاحظہ یہ امر ہے کہ حدیث مقدس میں بھی من مغربھا ارشاد ہوا یعنی اپنی جائے
مغروب سے نہ کہ یوں فرمایا گیا ہو کہ من مغربکم یعنی تمہارے مغرب سے اس اپنے
مغرب اور تمہارے مغرب نے صاف کر دیا کہ حقیقتاً ہمارا مغرب تو محض فرضی اور نسبتی ہے
اسوجہ سے کہ اس عالم علم لدنی علیہ التحیات والثنا کے علم میں یہ امر اسوقت موجود تھا کہ ہر
طبقہ کے رہنے والے مسلمانون کا مغرب جداگانہ ہے لہذا مغرب کی اضافت اسی
آفتاب کی طرف فرمائی گئی جس سے مراد اصلی یہ ہے کہ جس روز آفتاب کو موجود کرکے خلاق عالم نے

پہلا مطلع اور مشرق بنایا تھا اسی اعتبار سے پہلا مغرب جس نقطہ پر ہے بروز قیامت
آفتاب اسی نقطہ سے طلوع کریگا اور دُنیا اُلٹ پُلٹ ہو کر مشرق کا مغرب اور مغرب کا
مشرق ہو جانا بھی ہو سکتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض (اسی روز کے بعد
یہ زمین دوسری زمین سے بدلی جائیگی) یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ حقیقی مشرق و مغرب
آفتاب کا کوئی ایک خدا کے علم مین ہے لیکن یہ بات ابھی باقی ہے کہ طلوع آفتاب
مغرب سے کیونکر ہوگا اور یہی ذرا ٹیڑھی کھیر ہے جسکا یقین سخت مشکل ہے لیکن خدا
کا شکر ہے کہ تحقیقات جدیدہ نے اس معمہ کو بھی حل کر دیا اور آج سے ساڑھے
چار سو برس قبل سے اسکا پتہ چلنا ہم کو شروع ہو گیا ہے کیونکہ تحققات جدیدہ نے
ساڑھے چار سو سال ہوئے کہ ہم کو ایک ایسا پتھر دستیاب کرا دیا جس سے ہم نے
قطب نما بنایا اور اسی پتھر کے ذریعہ سے خط شمالی قائم ہو گیا بعدہ اسی خط پر دوسرے
خط مارنے سے چاروں سمتین صحیح طور پر قائم ہوئیں اسیکا صدقہ تھا جسکے ذریعہ سے
کلمبس نے علم جہاز رانی میں یہ ترقی دکھلائی اب آپ اگر لندن و پیرس کی رصد گاہوں
مین چلکر موجودہ زمانہ کے ہیئت دانون سے دریافت فرمایئے تو وہ آپ کو حال کی
تحقیق اور اس وقت کے مشاہدہ و تجربہ سے بتلا وینگے کہ قطب نما کی سوئی شمال
سے مشرق کو ہٹی جاتی ہے تحقیقات جدیدہ کی برکت سے یہ بات آج ہم کو معلوم ہوئی
ہے کہ قطب نما کی سوئی شمال جانب سے مشرق کو ہٹ رہی ہے یعنی نقطہ شمال
جو آج سے ساڑھے چار سو سال قبل تھا وہی شمالی نقطہ کچھ صدیون بعد نقطہ مغرب
نبجاویگا جب ایسا ہوگا تو لازمی امر ہے کہ نقطہ مغرب نقطہ جنوب اور نقطہ جنوب نقطہ
مشرق نبجائے پس یہی مطلب اس حدیث مقدس کا ہے کہ خدا ئے قادر منطقۃ البروج
کو معتدل النہار پر منطبق کر کے پچھم کو پورب بنا دیگا آج ساڑھے چار سو سال سے یہ
بات معلوم ہوئی ہے کہ نقطہ شمال مغرب کو ہٹتا جاتا ہے لیکن اس سے پہلے کا علم صرف
اس علام الغیوب کو ہی ہے کہ مشرق حقیقی آفتاب کا کونسا نقطہ ہے اور اسکو اب کتنا
زمانہ حقیقی مغرب والے نقطہ پر پہنچنے مین باقی ہے اگر لندن و پیرس کی رصد گاہین

۸۹

اور وہاں کے ہیئت دان ہم کو یہ نہ بتلاتے کہ قطب نما کی سوئی شمال سے مغرب جانب آہستہ آہستہ رواں ہے تو کبھی یہ معمہ حل نہ ہوتا اور ہمارے زمانہ کے مذہب سے لاپرواہ نوجوان کسیطرح اعتبار نہ لاتے کہ یہ حدیث مقدس صحیح ہے ادھر آریہ حضرات قہقہہ اڑاتے کہ وہ اچھی تعلیم اسلام کی ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ اُسے جدید تحقیقات نے جو مخالفین مذہب کا بڑا زبردست آلہ ہے اس مسئلہ کو نہایت خوبی سے حل کر دیا۔

(نوٹ از احقر)

لیکن بعض روایات میں جو اس طلوع کی کیفیت آئی ہے اور یہ کہ پھر بدستور مشرق سے نکلنے لگے گا یہ توجیہ اسپر منطبق نہیں ہوتی یہ روایات میری تفسیر میں نقل کیگئی ہیں مگر تاہم اگر کوئی شخص بدون اس توجیہ کے اسکو نہ سمجھ سکے اور وہ اتنے ہی جز کو مان لے کہ طلوع شمس مغرب سے ہوگا کہ یہ جزو احادیث کثیرہ مین وارد ہے اور اسکی کیفیت کی روایات کو جو کہ اس درجہ کی نہیں ہے حجت نہ سمجھے تو جزو اول کے انکار سے تو غنیمت ہے ورنہ اصل جواب یہ ہے کہ جس نے ریاضی کے یہ مستمر قاعدے بنائے ہیں وہ انکو جب چاہے ایک دن کے لئے یا ہمیشہ کیلئے بدل بھی سکتا ہے اور لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا سے اگر کسیکو شبہ ہو تو وہ سمجھ لے کہ اس تبدیل کا فاعل غیر اللہ ہے کہ وہ اللہ کی سنت کو نہیں بدل سکتا فقط۔

ضمیمہ نمبر (۳)

منقول از مکتوبات خبرت بابت ۱۳۳۴ھ ہجری مرقومہ احقر

(یہ ایک رسالہ ہے جسمین اعمال کی پیشی و وزن پر اس شبہ کا کہ وہ عرض ہیں اور وزن کے لئے جوہریت شرط ہے عقلی جواب ہے)

(ارضی الاقوال فی عرض الاعمال من مقال العارف الجلال)

یعنی خلاصہ مضمون اشعار ذیل واقعہ دفتر دوم سرخی قسم غلام در صدق ووفائے یار خود الخ

جنکا زیادہ حصہ مشتمل ہے بحث نقل اعمال دنیویہ الی صورہا الخاصتہ الاخرویہ پر

شاہ گفت اکنون از آنِ خود بگو
چند گوئی آن این و آن او

تو چہ داریؔ وچہ داری کردہ
از تگ دریاچہ در آوردہ

روز مرگ این حس تو باطل شود
نور جان داری کہ یار دل شود

در لحد کین چشم را خاک آگند
ہست آنچہ گور را روشن کند

نور دل از جان بود اے یار غار
مستعار آن را مدال ہو مستیاک

آن زمان کین دست پائت بر درد
پرّ و بالت ہست تا جان بر پرد

آن زمان کین جان حیوانی نماند
جان باقی بایدت بر جان نشاند

شرط من جا بالحسن نے کردن است
بل حسن را سوے حضرت بردن است

جوہرے داری ز انسان یا خری
این غرضہا کہ فنا شد چون بری

این غرضہا نماز و روزہ را
چونکہ لایبقی زمانین انتفا

نقل نتوان کرد مر اعراض را
لیک از جوہر برند امراض را

تا مبدل گشت جوہر زین عرض
چون ز پرہیزی کہ زائل شد مرض

گشت پرہیزِ عرض جوہر بجہد
شد دہان تلخ از پرہیز شہد

از زراعت خاکہا شد سنبلہ
داروے مو کرد مو را سلسلہ

آن نکاح زن عرض بد شد فنا
جوہر فرزند حاصل شد زما

جفت کردن اسپ و اشتر را عرض
جوہر کرّہ بزائیدن غرض

ہست آن بستان نشاندن ہم عرض
گشت جوہر میوہ اش اینک غرض

ہم عرضہا وان کیمیا بردن بکار
جوہری زان کیمیا گر شد بیار

صیقلی کردن عرض باشد شہا
زین عرض جوہر ہمی زاید صفا

پس مگو کہ من عملہا کردہ ام
دخل آن اعراض را بنما مرم

این صفت کردن عرض باشد خمش
سایۂ بز را پئے قربان مکش

گفت شاہا بے قنوط عقل نیست
گر تو فرمائی عرض را نقل نیست

بادشاہا جز کہ یاس بندہ نیست
ہر عرض کان رفت باز آیندہ نیست

گر نبودے مر عرض را نقل و حشر
فعل بودی باطل و اقوال فشر

این غرضہا نقل شد لون دگر
حشر ہر فانی بود کون دگر

نقل ہر چیزے بود ہم لائقش
لائق گلہ بود ہم سائقش

وقت محشر ہر عرض را صورتیست
صورت ہر یک عرض را نوبتیست

بنگر اندر خود کہ تو بودی عرض
جنبش جفتی و جفتی با غرض

بنگر اندر خانہ و کاشانہا
در مہندس بود چون افسانہا

کان فلان خانہ کہ ما دیدم خوش
بود موزون صفہ و سقف و درش

از مہندس آن عرض و اندیشہا
آلت آورد و ستون از بیشہا

چیست اصل و مایہ ہر پیشہ
جز خیال و جز عرض و اندیشہ

جملہ اجزائے جہان را بے غرض
در نگر حاصل نہ شد جز از عرض

اوّل فکر آمد آخر در عمل
بُنیت عالم چنان دان در ازل

میوہا در فکر دل اوّل بود
در عمل ظاہر بآخر می شود

چون عمل کردی شجر بنشاندی
اندر آخر حرف اوّل خواندی

گرچہ شاخ و برگ و بیخش اول است
آن ہمہ از بہر میوہ مرسل است

پس سرے کہ مغز آن افلاک بود
اندر آخر خواجہ لولاک بود

نقل اعراض است این بحث و مقال
نقل اعراض است این شیر و شغال

جملہ عالم خود عرض بودند تا
اندرین معنی بیامد ہل اتیٰ

این عرضہا از چہ زائید از صور
واین صور ہم از چہ زائید از فکر

این جہان یک فکرتست از عقل کل
عقل چون شاہ است و فکرتہا رسل

عالم اول جہان امتحان
عالم ثانی جزائے دین و آن

چاکرت شاہا خیانت می کند
آن عرض زنجیر و زندان می شود

بندہ ات چون خدمت شائستہ کرد
آن عرض نے خلقی شد در نبرد

۹۲

این عرض با جوہر آن بیضہ است و طیر این ازان و آن ازین زاید بسیر

یعنی بادشاہ نے بغرض امتحان اس غلام کے اس سے سوال کیا اور امتحان کا قرینہ یہ ہے کہ آخر قصہ سے کہ بادشاہ نے دونون غلامون کے افعال سے استدلال کیا انکے اخلاق پر اور حسن اسیرۃ کو اسکے اخلاق حسنہ کے سبب باوجود اسکی قبح صورت کے مقبول اور حسن الصورۃ کو اسکے اخلاق ذمیمہ کے سبب باوجود اسکے حسن صورت کے مخذول کیا اور یہ استدلال اور اسکے مقتضا کا امتثال یہ کام عارف ہی کا ہے پس عارف کا سوال ظاہر ہے کہ امتحان ہی کے سبب ہوگا وصرح بکونہ امتحانا بعد المجتبین علی قولہ گفت شاہنشہ الخ الواقع بعد الاشعار المذکورۃ متصلاً ویدل علیہ قولہ رح بنفسہ حق بمن نبمود قولہ تو نہ شاہی دہ کہ من دانم تمام الواقع بعدہا غیر متصل اور وہ سوال یہ ہے کہ تو اپنا تو کچھ حال بیان کر کہ تونے اپنی رُوح کے حسن کرنے کی کیا کوشش کی ہے اور اسکی ضرورت بطور خطاب کے ایک آیتہ سے بطور تفسیر خاص بیان کی کہ حق تعالٰے نے من جاء بالحسنۃ فرمایا ہے من عمل الحسنۃ نہیں فرمایا جس سے اقرب یہ ہے کہ یہ حسنہ عمل نہیں بلکہ مصدر عمل یعنی روح انسانی ہے جسکو اعمال سے حسن بنا کر درگاہ حق میں لانا چاہیئے کیونکہ آوردن کا متعلق جوہر ہو سکتا ہے نہ کہ عرض کیونکہ العرض لایبقی فی آنین پھر آوردن اسکے متعلق کیسے ہوگا نیز الاعراض لاتنتقل من محل الی محل اور آوردن ایک نقل ہے البتہ اعراض یعنی اعمال مکمل یعنی جوہر اس رُوح کے ہو سکتے ہیں واوردلہ امثلۃ من قولہ چون زیر ہیزے الی قولہ صیقلی کردن الخ غلام نے جواب دیا کہ تم جو عدم نقل اعراض سے استدلال کرتے ہو یہ استدلال ناتمام ہی خود یہ مقدمہ ہی ثابت نہیں پس نقل ممکن ہے گو عدم انتقال بھی ممکن ہی مگر ان دونوں ممکنون میں نقل اولی بالقول ہے کیونکہ عدم نقل کا قائل ہونا مصلحت عامہ کے کہ وہ جب سنیں گے کہ ہمارے اعمال آخرت میں نہ جائیں گے کم فہمی سے مایوس ہو جاوینگے اور عمل میں سُستی کرینگے جسطرح بعض احادیث مبشرہ کو بھی سُستی کی مصلحت سے

ہ عبارۃ الحاشیہ چون شاہ اختیار او کرد معلوم کرد کہ او عالم السر ست الخ ۱۲

چندے ظاہر نہیں کیا گیا آگے بیان ہے اعراض کے امکان نقل کا جس کا حاصل یہ ہو
کہ اسکے امتناع کی کوئی دلیل نہیں اصل جواب تو اسیقدر ہے باقی اسکی توضیح ہے
حاصل اسکا یہ ہے کہ نقل اعمال مین عقلی اشکال صرف یہ ہے کہ یہ نقل اعراض یعنی
اعمال من الدنیا الی الآخرہ گو تبعاً للموضوع تو ظاہر الجواز ہے لیکن جسطرح نصوص سے
ثابت ہے کہ مثلاً انکا وزن کیا جاویگا اور ظاہر ان نصوص سے یہ ہے کہ عامل کا وزن
نہ ہوگا پس یہ نقل تبعاً للموضوع نہیں ہے پھر اس مین دو احتمال ہیں یا تو وہ اعراض اعراض
رہینگے یا مستحیل الی الجواہر ہو جاوینگے دونون شق باطل ہین اول اسلئے کہ نقل اعراض
بلا موضوع محال ہے دوسرا اسلئے کہ عرض کا جوہر بنجانا محال ہے پس یہ ہے اسمین
اشکال عقلی سو اسکا جواب باختیار شق ثانی ہو سکتا ہے اور ہم اسکا استحالہ نہیں مانتے
سند منع یہ ہے کہ ہم خود دنیا ہی میں دیکھتے ہیں کہ اختلاف موطن سے ایک ہی چیز
عرض و جوہر ہو سکتی ہے مثلاً صورت عقلیہ جواہر کی کہ ذہن مین عرض ہے کیونکہ موجود
فی موضوع ہے اور خارج مین جوہر کیونکہ موجود لا فی موضوع ہے اور دونون کی حقیقت ۹۴
ایک ہی ہے اگرچہ بعض ہی کے نزدیک سہی جو کہ قائل ہیں حصول اشیاء فی الذہن
بانفسہا کے اور گو بعض نے عرض و جوہر کی تفسیر مین اذا وجدت فی الخارج کی قید لگاکر
اس صورت ذہنیہ پر عرض پر صادق آنے سے انکار کیا ہے مگر اس سے ہمارے اصل
مقصود مین خلل نہیں آتا کیونکہ قول حصول اشیاء بانفسہا پر حقیقۃ واحدہ ہی کا وجود فی
موضوع فی موطن اور وجود لا فی موضوع فی موطن تو ثابت ہوا اور یہی اصل مقصود ہے۔
خواہ اسکا نام کچھ ہی رکھ لیا جاوے پس جو نسبت ذہن کو خارج کے ساتھ ہے اگر وہی
نسبت خارج دنیا کو خارج آخرت کے ساتھ ہو اور اسوجہ سے یہان جو اشیاء موجود
فی موضوع ہیں وہ وہان موجود لا فی موضوع ہو جاوین تو اسمین کیا استحالہ ہے چنانچہ
اہل کشف نے اس عالم شہادت پر بمقابلہ عالم غیب کے لفظ خیال وغیرہ کا اطلاق کیا
بھی ہے اسیطرح اس عالم شہادت مین ظاہر ہونے کے قبل بھی ایسی اشیاء کا اس
عالم غیب مین وجود لا فی موضوع ظاہر نصوص سے معلوم ہوتا ہے کقولہ علیہ السلام

لما خلق اللہ الرحم قامت فقالت ہذا مقام العائذ بک من القطعیۃ اور بہت نصوص سے
اس عالم کے بعد بھی یہی معلوم ہوتا ہے کقولہ علیہ السلام ان البقرۃ وآل عمران تاتیان
یوم القیامۃ کانہما غمامتان او غیایتان او فرقان من طیر وکقولہ علیہ السلام یوتی بالدنیا
یوم القیمۃ فی صورۃ عجوز شمطاء چنانچہ اسی تمثل خاص کے اعتبار سے اس عالم کا لقب
اصطلاح مین عالم مثال رکھا گیا ہے کما ذکرہ الشاہ ولی اللہ فی الحجۃ البالغۃ وسرد فیہ
احادیث کثیرۃ اور مولانا جلال الدین المحقق الدوانی نے اپنے رسالہ زوراء اور اسکے
حواشی مین اسکی تصریح بھی کر دی ہے عبارتہا۔

(تنبیہ)

کانک فیما قرع سمعک من ہذہ المقدمات اطلعت علی حقیقۃ الانطباق بین العوالم
بل علی حقیقۃ العوالم بل انکشفت علیک اسرار غامضۃ فی حقیقۃ المبداء والمعاد وتیسر علیک
مشاہدۃ الواحد الحقیقی فی الکثرات من غیر شوب ممازجۃ ولا انفصال وتسلفت بہ الی حقائق
ما انبأ عنہ لسان النبوات من ظہور الاخلاق والاعمال فی المواطن المعادیۃ بصور الاجساد
وکیفیۃ وزن الاعمال وسر حشر الافراد بصور الاخلاق الغالبۃ علیہم واطلعت علی سر قولہ تعالیٰ
وان جہنم لمحیطۃ بالکفرین وقولہ تعالیٰ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون
فی بطونہم نارا وقول الخاتم الفاتح علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والتحیہ الذین یشربون فی
آنیۃ الذہب والفضۃ انما یجرجر فی بطونہم نار جہنم وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ان الجنۃ
قیعان وان غراسہا سبحان اللہ وبحمدہ الی غیر ذلک من غوامض الحکم والاسرار الالٰہیۃ و
علمت ان جمیع ذلک علی الحقیقۃ لا علی المجاز والتاویل کما انتہی الیہ نظر بعض الواغلین
فی الفحص عن الحقائق بطریق البحث البحث فانہ قصور ظاہر کما لا یخفی۔

(شک وتحقیق)

بعلک تقول کیف یکون العرض بعینہ ہو الجوہر وکیف یکون العین والمعنی واحدا

والحال ان الحقائق متخالفتہ بذواتہا فنقول قد اوضحنا الیک ان الحقیقۃ غیر الصورۃ فانہا فی حد ذاتہا وصرافۃ سنداجتہا عاریۃ عن جمیع الصور التی تنجلی بہا لکنہا تظہر فی صورۃ تارۃ و فی غیرہا اخری والصورتان متغایراتان قطعا لکن الحقیقۃ المتجلیۃ فی الصورتین بحسب اختلاف الموطنین شئی واحد۔

(تشبیہ)

ما اشبہ ذلک بما یقولہ اہل الحکمۃ النظریۃ ان الجواہر باعتبار وجودہا فی الذہن اعراض قائمۃ بہ محتاجۃ الیہ ثم ہی فی الخارج قائمۃ بانفسہا مستغنیۃ عن غیرہا فاذا اعتقدت ان حقیقۃ تظہر فی موطن بصورۃ عرضیۃ محتاجۃ وفی آخر بصورۃ مستغنیۃ مستقلۃ فاجعل ذلک تانیساً لک تکسر بہ صولۃ نبو طبعک عنہ فی بدو النظر حتی یاتیک الیقین و تتصعد الافق المبین۔ انتہی بقدر الضرورۃ۔

۹۶ پس اس تقریر سے جواب ہوگیا استدلال علے امتناع نقل الاعمال بامتناع نقل الاعراض کا اور اسی سے مستدل کی دوسری دلیل عقلی یعنی عدم بقاء اعراض اور دلیل نقلی یعنی من جاء و بالحسنۃ الاٰیۃ کا جواب بھی مستفاد ہوگیا گو بلسان غلام اس سے بوجہ ظہور کے تعرض نہین کیا گیا عدم بقاء اعراض کا تو جواب یہ ہوا کہ اگر یہ عدم بقا مان لیا جاوے گو اسپر کوئی دلیل صحیح قوی قائم نہیں ہوئی مگر ماننے کی تقدیر پر وہ عدم بقاء درصورت عرض کے عرض ہونے کے ہے اور اگر بمجرد صدور دوسرے عالم میں بصورت جوہر یہ منتقل ہوجاوے تو پھر بقاء مین کیا امتناع ہے اور استدلال بالآیۃ کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ تفسیر مان بھی لیجاوے تو جب یہ عمل بھی جوہر بنگیا تو وہ مجیئ بہ اسپر بھی مثل روح حسن کے صادق آتا ہے یہ تقریر ان اشعار تک کی ہے وقت محشر ہر عرض را صورتے ست الخ آگے تنویر دعوے امکان مذکور کے لئے چند اشباہ اشیاء جوہر یہ متصورہ فی الذہن کی ہین جو ذہن میں فی موضوع اور خارج میں لا فی موضوع ہین اس شعر تک ؎ گرچہ شاخ و برگ بخشش الخ اور پھر مضمون مذکور پر ایک نظیر کی تفریع بطور

(باقی آئندہ)

اور جب تکلیف جاتی رہی تو انجان بنجاتا ہے اور پوچھتا ہے خدا کا راستہ کہاں ہے اے احمق وہی رستہ ہے جس پر تو تکلیف کیوقت چلا جاتا تھا تو رنج و غم کے وقت تو اُسے یاد کرتا ہے لیکن جب تو خوش ہوتا ہے پھر غافل ہوجاتا ہے اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ جو لوگ حق سبحانہ کو بلا شبہ و شک جانتے ہیں وہ تو اپنی معرفت پر قائم رہتے ہیں اور جو شخص کہ عقل و گمان میں مبتلا ہے اُسکے لئے ایک پردہ ہے سو کبھی وہ پڑا ہوا ہوتا ہے اسوقت آدمی اُس سے غافل ہوتا ہے اور کبھی وہ چاک ہوتا ہے اُسوقت وہ حق سبحانہ کو پہچانتا اور اُسکی طرف متوجہ ہوتا ہے کیونکہ عقل ناقص کبھی تو غالب ہوتی ہے اور کبھی مغلوب۔ جب غالب ہوتی ہے اسوقت معرفت حاصل ہوتی ہے اور جب خواہشات نفس سے مغلوب ہوتی ہے اسوقت وہ معرفت زائل ہوجاتی ہے اور عقل کامل ان تقلبات سے مامون ہے لہذا اسکی معرفت کبھی زائل نہیں ہوتی جب تجھکو عقل ناقص کی حالت معلوم ہوگئی تو اس عقل جزوی اور کمالات عرفی کو حیرت سے بدل لے اور بجائے طلب علوم رسمیہ کے لئے بخارا جانے کے تذلل۔ اور مسکنت۔ عجز و انکسار کی تحصیل کے لئے چل اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو اپنے باطن میں ایک دوسرا بخارا مشاہدہ کریگا جسکی محفل کے رہنے والوں کو تفقہ ظاہری و قالی سے کچھ تعلق نہ ہوگا یعنی تجھکو ایک اور معدن علم نظر آئے گا جہاں سے تجھے بدون الفاظ کے علوم و معارف حاصل ہونگے۔

177

شرح شبیری

آن نصیب جان بیخویشان بود ۔۔۔ چونکہ باخویشند پیدا کے شود

یعنی وہ تو بے خودوں کی جان کو نصیب ہوتا ہے تو چونکہ وہ باخود ہیں انپر کب ظاہر ہوسکتا ہے۔

خفتہ بیدار باید پیش ما ۔۔۔ تا بہ بیداری بہ بیند خوابہا

یعنی ہمارے آگے ایک خفتہ بیدار کی ضرورت ہے جو کہ بیداری میں بہت سے خواب دیکھے مطلب یہ کہ ایسے شخص کی ضرورت ہے جو کہ اس دُنیا کے اعتبار سے تو خفتہ ہو مگر حق تعالیٰ کی جانب سے بیدار ہو تو وہ بیداری مین بھی تجلیات و انوار حق کے خواب دیکھے گا تو چونکہ یہ لوگ ایسے نہ تھے لہٰذا ان کو یہ بات نصیب نہ ہوئی آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

دشمن این خواب خوش شد فکر خلق تا نخسپند فکرتش بستہ است حلق

یعنی فکر خلق اس خواب خوش کی دشمن ہوگئی ہے اور جبتک یہ فکر نہ سو ویگی جبتک حلق بندھا ہوا رہیگا مطلب یہ کہ مخلوق کا فکر اس خواب کی دشمن ہے جس میں کہ اس طرف سے خواب ہو اور حق تعالےٰ کی طرف سے بیداری ہو تو جبتک کہ یہ فکر اور یہ تدابیر جو اسکے دشمن ہیں زائل نہ ہونگی یاد رکھو کہ اسوقت تک حلق بندھا ہوا ہے اور انوار و تجلیات کے حصول سے مانع ہے آگے اس فکر کے ازالہ کی تدبیر بتاتے ہین کہ۔

۱۷۸

حیرتے باید کہ روبد فکر را خوردہ حیرت فکر را و ذکر را

یعنی ایک حیرت کی ضرورت ہے جو کہ اس فکر کو صاف کر دے اور وہ حیرت فکر اور ذکر سب کو کھا جاوے حیرت سے مراد تواتر تجلیات مطلب یہ کہ تواتر تجلیات سے جو حالت ہوتی ہے اُسکی ضرورت ہے کہ وہ اس فکر کو محو اور زائل کر دیتی ہے بس جب وہ حیرت حاصل ہو جاوے گی تو یہ فکر معاش اور فکر دُنیا زائل ہو جاویگی اور اسکے زائل ہوتے ہی وہ خواب خوش نصیب ہو جاویگی آگے ایک مضمون بیان فرماتے ہیں اور اُسکی ایک عجیب و غریب دلیل بیان فرماوینگے سُننیے فرماتے ہین کہ۔

ہر کہ کامل تر بود او در ہنر او بمعنی پس بصورت پیش تر

یعنی جو شخص کہ ہنر (دنیا) مین زیادہ کامل ہو گا وہ معنیً تو پیچھے ہو گا صرف صورت میں آگے ہو گا مطلب تو یہ ہے کہ جو شخص کہ دنیاوی امور مین کامل ہو گا وہ صورتًا تو آگے ہے

اور سب سے بڑھا ہوا ہے مگر معنیٰ جسقدر کامل ہے اسیقدر پیچھے ہے اور اسکو حقیقت پیشروی حاصل نہیں ہے۔ یہ تو دعوے ہے آگے اسکے دلیل ایک عجیب فرماتے ہین جسکا حاصل اول سمجہ لو اسکے بعد سہل ہوجاویگا فرماتے ہین کہ دیکھو قاعدہ ہے کہ جب گلہ بکریوں وغیرہ کا چلتا ہے تو بعض اُس میں سے آگے ہوتی ہیں اور بعض پیچھے لیکن اگر چلتے چلتے سب یکدم سے اسیطرح لوٹنے لگین کہ سب رہین تو اپنی اپنی جگہ پر مگر مُنھ پھیر لین تو جو سب سے آگے ہے اب وہ تو پیچھے ہوجاویگی اور جو سب سے پیچھے تھی وہ سب سے آگے ہوگی جب یہ سمجھ مین آگیا تو اب سمجھو کہ قرآن شریف مین ہے کہ کل الینا راجعون سب ہماری طرف لوٹیں گے اور دُنیا میں اسوقت سب چل رہے ہین تو بس جب لوٹنے کا وقت یعنی قیامت ہوگی تو اس دنیا کی روش مین جو سب سے آگے تھا وہ اُس قاعدہ کے موافق سب سے پیچھے ہوگا اور جو پیچھے ہین یعنی غریب لوگ وہ سب سے آگے ہوجاوینگے تو دیکھ لو تو جو اس دُنیا مین کامل اور آگے ہے وہ قیامت میں سب سے ناقص اور پیچھے ہوگا۔ سُبحان اللہ عجیب دلیل ہے اب اشعار سے سمجھ لو فرماتے ہین کہ۔

۱۷۹

راجعون گفت و رجوع اینسان بود — کہ گلہ وا گردد و خانہ رود

یعنی حق تعالےٰ نے کل الینا راجعون فرمایا ہے اور رجوع اسطرح ہوا کرتا ہے کہ گلہ واپس ہو اور گھر کو جاوے۔

چونکہ وا گردید گلہ از ورود — پس فتد آن بز کہ پیش آہنگ بود

یعنی جب وہ گلہ گھاٹ سے واپس ہوا تو وہ بکری تو پیچھے ہوگئی جو کہ سب سے آگے تھی۔

پیش افتد آن بز لنگ پسین — اضحک الرجعی وجوہ العابسین

یعنی وہ لنگڑی پچھلی بکری آگے ہوجاویگی تو اس رجعت نے عابسین کے منہ کو بھی ہنسا دیا مطلب یہ کہ جب اسطرح ایکدم سے انقلاب ہوگیا کہ اگلی پچھلی اور پچھلی اگلی ہوگئی تو جو لوگ کبھی ہنستے نہ تھے اُنکو بھی ہنسی آگئی کہ عجب دل لگی ہے تو اسیطرح جو لوگ کہ اس دُنیا میں آگے بڑہے ہوئے ہین اور خوب کامل ہین وہ قیامت مین پیچھے ہونگے اور جو آدمی غریب ناقص ہیں وہ سب سے آگے ہونگے اللھم احشرنی فی زمرۃ المساکین آگے فرماتے ہیں کہ۔

از گزافہ کے شدند این قوم لنگ — فخر را دادند و بخریدند ننگ

یعنی یہ لوگ بیہودگی کی وجہ سے کب لنگڑے ہوئے ہین (بلکہ) انھون نے فخر دیدیا ہے اور ننگ کو خرید لیا ہے یعنی یہ لوگ جو تم کو دنیاوی امور مین ایسے معلوم ہوتے ہین تو یہ نہیں کہ یہ کچھ کر نہیں سکتے بلکہ خود ہی انھون نے ایسی حالت بنا رکھی ہے تاکہ وہان جاکر سب سے آگے چلیں۔

۱۸۰

پاشکستہ می روند ایشان بحج — از حرج راہیست پنہان تا فرج

یعنی یہ حضرات پاشکستہ (کعبۂ مقصود حقیقی کے) حج کو جارہے ہین اور تکالیف سے ایک راہ پوشیدہ کشادگی تک ہے حرج سے مراد مجاہدہ ہے مطلب یہ کہ یہ حضرات جو مجاہدہ وریاضت کرتے ہین تو اس سے ایک راہ ہے جو کہ اندر ہی اندر عالم غیب تک چلی گئی ہے بس یہ اس راہ پر ہولئے ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ۔

دل ز دانشہا بشستند این فریق — زانکہ این دانش ندانداین طریق

یعنی اس فریق نے دل کو علوم (ظاہری) سے دہو ڈالا ہے اسلئے کہ یہ علوم (ظاہری) اُس راستہ (پوشیدہ) کو نہیں جانتے لہذا یہ حضرات ان علوم کو قلب سے محو کر دیتے ہین محو کر دینے سے مراد یہ ہے کہ ان کا اثر نہین رہتا کہ یہ سمجھیں کہ ہم کو یہ علم حاصل ہے اور

یہ حاصل ہے بلکہ دعوی بالکل جاتا رہتا ہے ہاں وہ علوم باقی رہتے ہین مثلاً ایک شخص نے ہدایہ پڑھا تھا تو اُسکے محو کرنے کے یہ معنی ہین کہ ہدایہ تو اسکو یاد رہے مگر اس امر کو بھول جاوے کہ مجھے ہدایہ آتا ہے بس اُنکے اندر دعوی اور عجب اور تکبر نام کو نہیں ہوتا۔

دانشے باید کہ اصلش زان سرست   زانکہ ہر فرعے باصلش رہبرست

یعنی اُس علم کی ضرورت ہے جسکی اصل اس طرف سے ہوا سلئے کہ ہر فرع اپنی اصل کیطرف رہبر ہوتی ہے تو جب یہ علم اُس علم حق کی فرع ہوگا تو یہ اُس تک پہنچا دیگا جیسا کہ قاعدہ ہے کہ ہر فرع اپنے اصل کی طرف پہنچایا کرتی ہین۔

ہر پرے بر عرض دریا کے پرد   تا لدن علم لدنی مے برد

یعنی عرض دریا پر ہر پر کب اڑ سکتا ہے قرب حق تک تو علم لدنی ہی لیجاتا ہے پر سے مراد علم ہے مقصود یہ کہ ہر علم تو حق تعالے تک نہیں پہونچا سکتا بلکہ اُسکے قرب تک تو علم لدنی ہی پہونچاتا ہے اسلئے کہ اسکی اصل اسی طرف سے ہے ورنہ اور کوئی تو وہاں تک کیا ہی پہونچ سکتا ہے خوب کہا ہے ؎

بحر یست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست ٭ اینجا جز این کہ جان بسپارند چارہ نیست

تو جب یہ علوم ظاہری موصل الی الحق نہیں ہیں یعنی ان مین اتنا کہ موصل نہیں ہے یون واسطہ ہوتے کے درجہ میں تو موصل ہیں ہی مگر مقصود نہیں ہیں لہذا مولانا فرماتے ہین کہ۔

پس چرا علمے بیاموزی بمرد   کش بباید سینہ را زان پاک کرد

یعنی پس مرد کو ایسا علم کیون سکہاتے ہو کہ اُس سے اسکو سینہ پاک کرنا پڑے مطلب یہ کہ جب یہ علوم ظاہری ایسے ہین کہ ان سے سینہ کو پاک کرنا پڑتا ہے تو پھر اپنی اولاد کو کیون سکہاتے ہو یہاں سے وہ لوگ جو کہ اپنی اولاد کو علم معاش میں منہمک کئے ہوئے

ہیں سبق حاصل کریں کہ مولانا جب اُن علوم ظاہری کو جو کہ وسیلہ ہیں وصول کا منع فرمارہے ہیں تو وہ علوم جو کہ اس سے حاجب ہیں مولانا کے نزدیک سب پسندیدہ اور لایق درس کے ہو سکتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ یقیناً واجب الترک ہو گئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

پس مجو پیشی ازین سر لنگ باش وقت واگشتن تو پیش آہنگ باش

یعنی پس اس طرف کی پیشی ست تلاش کرو (بلکہ) لنگڑے رہو اور لوٹنے کے وقت سب سے آگے رہنا جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے آگے فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں اپنے کو ذلیل و خوار رکھو تو اُس عالم میں تم کو عزت حاصل ہو گی فرماتے ہیں کہ۔

آخرون السابقون باش ای ظریف بر شجر سابق بود میوہ لطیف

۱۸۲ یعنی اے ساقی نحن آخرون السابقون (کے مصداق) رہو اور شجر پر (مقصود ا) میوہ لطیف سابق ہوا کرتا ہے۔

گرچہ میوہ آخر آید در وجود اوّل ست او زانکہ او مقصود بود

یعنی میوہ اگرچہ وجوداً آخر میں آیا ہے (مگر) وہ اول ہے اسلئے کہ مقصود وہی تھا تو اسیطرح اگر تم یہاں مسبوق بھی رہو گے تو کیا ہے وہ سابقیت مقصودی اُس عالم کی تم کو ہو حاصل ہو جاویگی اور وہاں تم ہی اول رہو گے۔

چون ملائک گوی لا علم لنا تا بگیرد دست تو علمتنا

یعنی تو ملائکہ کیطرح لا علم لنا کہے تا کہ تیرا ہاتھ علمتنا پکڑ لے مطلب یہ کہ دیکھو جب ملائکہ نے اپنا عجز لا علم لنا سے ظاہر کر دیا تو فوراً حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ انبئہم باسمائہم تو اگر تم بھی اسیطرح عجز ظاہر کر دو گے تو پھر تم کو علم لدنی اور علم وہبی عطا ہو جاویگا۔

گر درین مکتب ندانی تو ہجا ہمچو احمد پری از نور حجی

پس اگر تو اس مکتب (دُنیا) مین ہجا بھی نہ جانے گا تو احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح نورِ عقل سے اڑو گے مطلب یہ کہ جس طرح کہ حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم امی تھے۔ مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو سب علوم حاصل تھے اسیطرح تم کو بھی اگر اس دُنیا میں علوم ظاہر حاصل نہ ہونگے تو کیا ہرج ہے اسلئے کہ تم کو بس اسیطرح علم لدنی حاصل ہو جاویگا ہاں اتنا ضرور ہے کہ شہرت نہ ہوگی تو اسکے لئے فرماتے ہین کہ۔

گر نہ باشی نامدار اندر بلاد گم نہ واللہ اعلم بالعباد

یعنی اگر تم شہرون میں نامدار نہ ہوگے تو (حق تعالےٰ سے تو) گم نہیں ہو اسلئے کہ حق تعالیٰ اپنے بندونکو خوب جانتا ہے تو جب وہ جانتے ہیں پھر کیا غم ہے چاہے ساری دنیا نہ جانے ؎

یا الٰہی تو نہ چھوٹے تیرا چھٹنا ہے غضب ⁂ یون ہی راضی ہون مجھے چاہے زمانہ چھوڑ دے

آگے ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ۔

اندران ویرانہ کان معروف نیست از برائے حفظ گنجینہ زریست

یعنی اُس ویرانہ مین جو کہ مشہور نہیں ہے حفاظت کے لئے خزانہ زر ہوتا ہے۔

موضع معروف کے بنہند گنج زین قبل آمد فرج در زیر رنج

یعنی خزانہ مشہور جگہ مین کب رکھتے ہین اسی قبیل سے کشادگی تکلیف کے تحت مین ہی مطلب یہ کہ دیکھو لوگ خزانہ کو غیر معروف جگہ میں رکھا کرتے ہین تاکہ کسیکو اطلاع نہ ہو۔ تو اسیطرح تمہارے اندر جو خزانہ بھرے ہوئے ہیں وہ اس مجاہدہ وریاضت کے ویرانہ میں دبے ہوئے ہیں لہذا تم شہرت اور ناموری کی کبھی خواہش مت کرو

۱۸۳

بلکہ ہمیشہ اپنے کو مٹانے مین لگے رہو کہ اس سے مقصود حقیقی تک پہنچ جاوگے آگے فرماتے ہین کہ۔

خاطر آرد بس شکال اینجا ولیک بگسلد اشکال را استو نیک

یعنی دل اس جگہ بہت سے اشکال لاتا ہے مگر اُسکو اچھا آدمی خود توڑ دیتا ہے یہاں مولانا۔ نے نہ اشکال بیان کیا ہے اور نہ جواب دیا ہے مگر سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اشکال یہ ہے کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ فرماتے ہین کہ شہرت کو حاصل مت کرو حالانکہ بہت بزرگ مشہور ہوئے ہیں اور خود اپنے ہی افعال سے مشہور ہوتے ہین مثلاً تصانیف سے ارشادات سے تو انکو کیا کہا جاویگا جواب یہ ہی کہ انھون نے شہرت کا قصد نہیں کیا بلکہ شہرت خود بخود ہوگئی اور یہ مضر نہیں ہے بلکہ مضر یہ ہی کہ شہرت کا قصد کیا جاوے اور یہاں یہ ہے نہیں۔ فلا اشکال اصلاً فافہم۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

۱۸۴

ہست عشقش آتشے اشکال سوز ہر خیالے را برو بد نور روز

یعنی عشق حق تمام اشکالون کو جلا دینے والا ہے اور دن کی روشنی ہر خیال کو لیجاتی ہی مطلب یہ کہ سب اشکال اُسی روز تک پڑے رہے ہین جبتک کہ عشق اور محبت حق دل میں جاگزین نہیں ہے اور جب وہ دل میں جم جاویگی تو سارے اشکال سوختہ ہو جاوینگے تو بس عشق حق پیدا کرو۔

کہ اُس سے سارے اشکال اسطرح جاتے رہینگے جیسے کہ دن کی روشنی سے سارے خیالات کاذبہ زائل ہو جاتے ہین کہ رات کو تمام شبہات وخیالات مین انسان مبتلا ہوتا ہے مگر دن ہوتے ہی سب زائل اسیطرح عشق حق بھی سب اشکالون کو زائل کر دیگا۔

ہم ترا آنسو جواب ای مرتضی کاین سوال آمد ازان سوم ترا

(باقی آئندہ)

كتاب ذم الجاه

الحديث منهومان لا يشبعان الحديث الطبراني من حديث ابن مسعود بسند ضعيف والبزار والطبراني في الاوسط من حديث ابن عباس بسند لين اه قلت وفي حديث الدارمي صاحب العلم وصاحب الدنيا وروى البيهقي عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال منهومان لا يشبعان منهوم في العلم لا يشبع منه ومنهوم في الدنيا لا يشبع منها كذا في المشكوة **ف** وفيه مدح على الحرص على العلم وذم للحرص على الدنيا

الحديث روى ابن ابي الدنيا في كتاب الاخلاص من حديث عائشة بسند ضعيف يفضل الذكر الخفي الذي لا تسمعه الحفظة على الذي تسمعه

کتاب مذمت جاہ

حدیث۔ دو حریص ایسے ہیں کہ ان کا کبھی پیٹ نہیں بھرتا الخ روایت کیا اسکو طبرانی نے ابن مسعود کی حدیث سے سند ضعیف کے ساتھ اور بزار نے اور طبرانی نے اوسط میں ابن عباس کی حدیث سے بھی سند ضعیف سے روایت کیا ہے میں (اشرف) کہتا ہوں کہ دارمی کی حدیث میں یہ ہے (کہ وہ دو حریص ایک) طالب علم اور (دوسرا) طالب دنیا اور روایت کیا بیہقی نے انس رض سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو حریص ہیں جنکا کبھی پیٹ نہیں بھرتا ایک علم کا حریص کہ اوس سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ اور ایک دنیا کا حریص کہ اوس سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ اسیطرح ہے مشکوۃ میں **ف** اس حدیث میں حرص علم کی مدح اور حرص دنیا کی مذمت ہے۔

حدیث۔ ابن ابی الدنیا نے کتاب الاخلاص میں حضرت عائشہ کی حدیث سے بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ ذکر خفی جسکو ملائکہ حافظین اعمال نہ سنتے ہوں اوس ذکر پر جسکو وہ سنتے ہوں

۸۹

اختفاء بعض الاعمال عن الملئکة و اصل الذکر القلبی المحض

مطلع نبودن ملئکہ بر بعض اعمال و اصل ذکر قلبی محض

الحفظة سبعین درجة

ف فیہ ان بعض الا عمال لا یطلع علیہ الکاتبون الکرام ومن ثم قال بعضہم ؎

بیان عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین راہم خبر نیست

وایضاً فیہ اصل للذکر القلبی المحض الذی لا حرکۃ فیہ للسان

۹۰

ذم الریاء

مذمت ریا و نمایش

الحدیث للشیخین من حدیث جندب من سمع سمع اللہ بہ ومن راءے راءے اللہ بہ ورواہ مسلم من حدیث ابن عباس **ف** فیہ من ذم الریاء ما ھو ظاھر

الحدیث مسلم من حدیث ابن مسعود مختصرا سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الوسوسۃ

ستر درجے فضیلت رکھتا ہے **ف** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اعمال کی کراماً کاتبین کو بھی اطلاع نہیں ہوتی اور اسی سے بعض نے کہا ہے ؎

بیان عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین راہم خبر نیست

اور اسی سے اوس ذکر قلبی محض کی بھی اصل نکلتی ہے جس میں زبان کی بالکل حرکت نہو (جسکا بعض اہل ظاہر نے انکار کیا ہے البتہ بعض احکام فقہیہ میں جیسے قرأت و نکاح وغیرہ مستقل دلائل سے تلفظ شرط ہے)

حدیث۔ بخاری و مسلم میں جندب کی حدیث سے یہ ہے کہ جو شخص شہرت کے واسطے کچھ عمل کریگا اور جو شخص اظہار کے لیے کچھ کرے گا اللہ تعالی اوس کے عیوب کا اظہار کرے گا اور روایت کیا اس کو مسلم نے حضرت ابن عباس کی حدیث سے **ف** اسمیں ریاء و نمایش کی جو مذمت ہے ظاہر ہے

حدیث مسلم نے ابن مسعودؓ کی حدیث سے مختصراً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وسوسہ کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے

فقال ذالك محض الايمان
والنسائی فی اليوم
والليلة وابن حبان فی صحيحه
ورواه النسائی فيه
من حديث عائشة

الحديث حديث
ابن عباس
الحمد لله الذی
رد كيد الشيطان
الی الوسوسة
ابو داؤد والنسائی
فی اليوم والليلة
بلفظ كيده
ف فيهما عدم
المواخذة
علی الامور
الغير
الاختيارية
بل فيهما اشارة
الی السرور بها

الحديث مسلم من حديث

فرمایا کہ یہ خالص ایمان (کی علامت) ہے
اور نسائی نے یوم ولیلہ میں اور ابن حبان نے
اپنی صحیح میں اسکو روایت کیا ہے مگر نسائی
نے یوم ولیلہ میں اسکو حضرت عائشہ رضہ کی
حدیث سے روایت کیا ہے۔

حدیث۔ ابن عباس رضہ کی حدیث کہ خدا
کے لیے حمد ہے جس نے شیطان کے چالوں
کو وسوسہ کیطرف پھیر دیا (کہ اعمال وعقائد
سے اوس کا تعلق نہ ہونے دیا) روایت کیا
اسکو ابوداؤد نے اور نسائی نے یوم ولیلہ
میں کیدہ کے لفظ سے بجائے لفظ کید
الشیطان کے **ف** ان دونوں حدیثوں
میں امور غیر اختیاریہ پر مواخذہ نہ ہونا مذکور
ہے بلکہ (اس سے بڑھکر) ان دونوں میں
ان وساوس پر مسرور ہونیکی طرف اشارہ ہے
(اور یہی تدبیر بھی ہے اس سے نجات کی کہ
کچھ پروا نکرے بلکہ خوش ہو ایک بزرگ کا
قول ہے کہ شیطان کو مومن کی خوشی گوارا نہیں
جب وساوس پر خوش ہوتا ہوا دیکھے گا وسوسہ
ڈالنا چھوڑ دے گا)

حدیث۔ مسلم نے ابوذر کی حدیث سے

مضرة التعلقات للضعفاء
ضرر تعلقات مر ضعفاء را

ابی ذر لا تامرن علے اثنین ولا تلین مال یتیم **ف** فیہ عدم الوقوع فی التعلقات الغیر الواجبۃ للضعفاء کما فے ھذا الحدیث انی لاراک ضعیفا	روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اون سے فرمایا کہ کبھی دو شخصوں پر بھی حکم نہ بننا اور کبھی کسی یتیم کے مال کے متولی مت بننا **ف** اس حدیث میں دلالت ہے کہ ضعفا کو تعلقات غیر واجبہ میں واقع نہ ہونا چاہیئے جیسا کہ اسی حدیث میں (اس ارشاد کی بنا میں یہی فرمایا) ہے کہ میں تم کو ضعیف دیکھتا ہوں (اور ایسا شخص ایسے تعلقات کا تحمل نہیں کرسکتا یا تو اُن تعلقات کے حقوق ضائع کرے گا اور یا دوسرے واجبات میں اخلال کرے گا۔)

۹۲

کتاب ذم الکبر — کتاب مذمت کبر

ترك التزين
سادگی وضع

الحدیث البذاذۃ من الایمان ابوداؤد وابن ماجۃ من حدیث ابی امامۃ بن ثعلبۃ **ف** مدلولہ ظاہر من ترك الزینۃ تواضعا	**حدیث**۔ ترک زینت (بھی) ایمان (کے شعبوں میں) سے ہے روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابوامامہ بن ثعلبہ کی حدیث سے **ف**۔ مدلول اس کا ظاہر ہے یعنی براہ تواضع ترک زینت کرنا (یعنی نہ تو تکلف وتزین کا اہتمام ہو اور نہ میلا کچیلا رہے کہ نظافت کی تاکید آئی ہے)

(باقی آئندہ)

مولانا کو جب انکا اُترنا معلوم ہوا تو آپ کو بہت ملال ہوا اور آپ نے فرمایا کہ ناحق اُتر گئے
بس جی انکی قسمت ہی میں حج نہیں اسکے بعد حافظ ...... ہر سال حج کا ارادہ کرتے تھے
مگر کوئی نہ کوئی مانع پیش آجاتا تھا اور تا انتقال انکو حج میسر نہیں ہوا ایک دفعہ تو یہانتک
ہوا کہ تیاری پوری ہوگئی۔ یکہ بھی گھر پہ آگیا اور وہ سوار ہونے ہی کو تھے کہ یکایک انکو
خیال ہوا کہ ذرا دیر لیٹ جائیں لیٹ کر سوار ہونگے اور وہ لیٹ گئے لیٹنے میں انکی کمر
میں اتنا زور سے چِک آیا کہ اب وہ سفر کے قابل نہ رہے اب انھون نے چِک نکل جانے
تک سفر کو ملتوی کیا اور اسکے بعد ارادہ ہی فسخ کردیا جب مجھے معلوم ہوا کہ حافظ ......
ہر سال ارادہ کرتے ہین مگر انکو حج نصیب نہین ہوتا تو مینے ایک جلسہ مین مولانا سے عرض کیا کہ حضرت حافظ ......
ہر سال حج کا ارادہ کرتے ہین مگر انکو حج نصیب نہین ہوتا ایکمرتبہ حضور نے فرمایا تھا کہ انکی قسمت ہی میں حج نہیں ہے
آپ ان کیلئے دُعا فرمادیجئے کہ انکو حج ملجائے جس جلسہ میں مینے عرض کیا تھا اسمین مولوی حبیب الرحمن صاحب حافظ احمد صاحب
مولوی خلیل احمد صاحب مولانا محمود حسن صاحب حافظ عطاء اللہ نواب یوسف علیخان
وغیرہ موجود تھے مگر مولانا نے دعا نہیں فرمائی اور فرمایا کہ یہ تمہارا خیال ہے مگر میں
اس قابل نہین ہوں مین نے پھر عرض کیا مگر آپ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ میں اس قابل
نہیں ہون یہ قصہ تو ختم ہوا اب جہاز کی سنئے۔ اللہ اللہ کرکے ہمارا جہاز ۲۳ کی عصر کو روانہ
ہوا جب عدن سے آگے پہنچا تو اس میں جسقدر ولایتی تھے سب تبر لیکر جہاز والوں پر
چڑھ گئے اور کہا کہ اگر تم نے جہاز کا رُخ کامران کی طرف پھیرا تو ہم تمہیں مار ڈالیں گے
سیدھا جدہ لے چلو جہاز والے ڈر گئے اور مجبوراً انکو جہاز جدہ لیجانا پڑا جب جہاز جدہ
پہونچا تو وہان معلوم ہوا کہ مسافروں کو اُترنے کی اجازت نہ ہوگی اور جہاز کو قرنطینہ کیلئے
کامران واپس کیا جاویگا اس خبر سے حاجیون کو سخت پریشانی ہوئی کہ اللہ اللہ کرکے
تو ہم نے قرنطینہ کی قید سے نجات پائی تھی اب پھر وہین جانا ہوگا تھوڑی دیر میں ایک
عرب صاحب تشریف لائے اور انھوں نے کہا گودی کے افسر رشوت خوار ہیں اور وہ
لینے کے لئے یہ حجت کر رہے ہین تم جلدی کچھ چندہ کردو میں انہیں دے دلا کر راضی کرونگا
جب یہ خبر مولانا تک پہونچی تو آپ نے فرمایا یہ شخص بالکل جھوٹا ہے کوئی اسے کچھ نہ دے

ہم کو کامران واپس ہونا نہین پڑیگا اور ہم یہیں اُتر ینگے لیکن آج نہیں اُتر ینگے کل اتر ینگے چنانچہ دوسرے روز یہ حکم ہوگیا کہ حاجیون کو اُتر جانا چاہیئے ان کا کوئی قصور نہیں قصور جہاز والون کا ہے اسلئے اسکی سزا مین جہاز کو دونا قرنطینہ کرنا ہوگا اسپر حاجی اتر گئے اور ہم ۸ر تاریخ کو مکہ پہونچ گئے۔ حاجی صاحب ہم کو شہر سے باہر کھڑے ہوئے ملے سُنا ہے کہ حاجی صاحب فرماتے تھے کہ اگر مولوی رشید احمد صاحب اس جہاز میں نہ ہوتے تو کسیکو حج نہ ملتا مگر یہ یاد نہیں کہ کس سے سُنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۵۹) قولہ مگر مولانا نے دُعا نہیں فرمائی اقول یہ دعا مستحب تھی اسکے ترک کے لئے عدم استجابت کا مکشوف ہوجانا کافی ہے خصوص جب یہ بھی مکشوف ہوجاوے کہ جسکے لئے دُعا کی درخواست ہے وہ اس عمل کا ارادہ ہی نہ کرے گا (**ش ت**)

(۶۰) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ مولانا اسمٰعیل صاحب کی عادت ہنسی مذاق کی بہت تھی اسلئے وہ سید صاحب کے پاس نہ ٹھیرتے تھے بلکہ الگ ٹھیرا کرتے تھے اور سید صاحب کے ساتھ مولوی عبدالحیؒ صاحب ٹھیرتے تھے جب سید صاحب کا قافلہ حج کو گیا ہے تو مولانا اسمٰعیل صاحب سید صاحب کے جہاز مین سوار نہیں ہوئے بلکہ دوسرے جہاز مین سوار ہوئے مولوی وجیہ الدین صاحب یعنی مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کے تایا مولوی عبدالحی صاحب کے بھی شاگرد تھے اور مفتی الٰہی بخش صاحب کاندہلوی کے بھی شاگرد تھے ان کا بدن بھاری اور پیٹ بڑا تھا رنگت کالی تھی ابتدا میں یہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے مخالف تھے اور انھون نے تقویۃ الایمان کا رد بھی لکھا تھا اور مولوی عبداللہ صاحب ایک شخص تھے جو کاندہلہ کے رہنے والے اور قوم کے رائین تھے نہایت ذہین اور بڑے عالم تھے اور مفتی صاحب کے شاگرد تھے مولوی وجیہ الدین صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب کے درمیان ایک مرتبہ مناظرہ بھی ہوا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویۃ الایمان میں شرک کی دو قسمیں کی ہین ایک جلی دوسرے خفی مولوی وجیہ الدین صاحب اسکو تسلیم نہ کرتے تھے اسپر ان سے

۷۸

اور مولوی عبداللہ صاحب سے مناظرہ ہوا اور مولوی عبداللہ غالب آئے اسپر مولوی وجیہ الدین صاحب مولانا شہید کی مخالفت سے تائب ہوئے اور اپنی کتاب جو انھوں نے مولانا کے رد میں لکھی تھی وہی جاکر مولانا کے سامنے پھاڑ ڈالی اور اس روز سے مولانا شہید کے عاشق زار بن گئے یہ مولوی وجیہ الدین صاحب بھی مولانا شہید کے ساتھ جہاز میں تھے اور دونوں ملکر حجاج کے لئے آٹا پیسا کرتے تھے آٹا پیستے ہوئے مولانا شہید انکو چھیڑا کرتے تھے کبھی آٹا انکے منہ پر مل دیتے تھے کبھی پیٹ پر کبھی کوئی اور مذاق کرتے تھے انکے علاوہ مولانا اور حاجیوں سے بھی ہنسی مذاق کرتے رہتے تھے میں (یعنی مولوی عبدالقیوم صاحب اس زمانہ میں بچا تھا اور مولانا کو مجھ سے بہت محبت تھی اسلئے مولانا اکثر مجھے اپنے پاس رکھتے تھے اور جہاز میں بھی مجھے اپنے ہی ساتھ رکھا تھا۔ اس زمانہ میں بادی جہاز تھے اور مسافروں کو روزانہ فی کس ایک بوتل پانی ملا کرتا تھا اتفاق سے ہوا ناموافق ہوگئی اور جہاز میں پانی کم رہ گیا اسلئے جہاز والوں نے اعلان کردیا کہ کل سے پانی آدھی بوتل ملے گا دو دن تک آدھی بوتل پانی دیا اسکے بعد جب پانی بالکل ختم ہوگیا تو جہاز والوں نے کہدیا کہ اب پانی بالکل نہیں رہا ہے اسلئے ہم پانی نہیں دیسکتے سب لوگ نہایت پریشان ہوئے اس جہاز میں علاوہ سید صاحب کے قافلہ والوں کے اور بھی بڑے بڑے لوگ سوار تھے اب ان لوگوں میں یہ سرگوشیاں ہونے لگیں کہ یہ شخص (مولانا شہید) لوگوں سے ہنسی مذاق کرتا ہے ہی کی شامت سے ہم پر یہ بلا آئی ہے لہذا اسکو روکنا چاہیئے اور دعائیں کرنی چاہئیں اسکی اطلاع مولوی وجیہ الدین صاحب اور دوسرے لوگوں کو ہوئی مولوی وجیہ الدین معہ چند دیگر اشخاص کے ان لوگوں کے پاس پہونچے اور انکو مولانا شہید کی عظمت شان سے آگاہ کیا اور کہا کہ یہ شامت تمہاری اس گستاخی اور بدگمانی کی ہے کہ تم انکی نسبت ایسا خیال کرتے ہو تم کو چاہیئے کہ انکی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے معافی چاہو اور ان سے دعا کی درخواست کرو چنانچہ وہ سب لوگ آئے اور سب نے مولانا سے دعا کی درخواست کی مولانا نے فرمایا کہ تم سب دعا کرو میں بھی دعا کرونگا مگر میری دعا تو مٹھائی کے بغیر چکھتی

نہیں اسپر ایک شخص نے وعدہ کیا کہ سب جہازون کے لوگون کو مستقلی حلوا کہلاؤن گا اسکی مقدار مجھے یاد نہیں رہی مگر اتنا یاد ہے کہ فی کس پاؤ بھر سے زیادہ تھا اسپر آپ نے دوسرے لوگون کے ساتھ ملکر دُعا کی جسکا اثر اُسیوقت ظاہر ہوا اور ایک چشمہ شیرین پانی کا جو لمباؤ چوڑاؤ مین دو بڑی چارپائیون کے برابر ہوگا دوڑتا ہوا آیا اور جہاز کے پاس آکر کہڑا ہوگیا مولانا نے اسکو دیکھکر فرمایا کہ اس پانی کو تو دیکھو کیسا ہے لوگون نے جو چکھا تو نہایت ٹھنڈا اور شیرین تھا اسپر سب لوگون نے اپنے اپنے برتن بھر لئے اور جہاز والون نے نے بھی اپنے ظروف خوب بھر لئے جب سب بھر چکے تو وہ پانی غائب ہوگیا اور اُسکے بعد لوگون نے ہوا کے موافقت کے لئے دعا کی درخواست کی پھر آپ نے وہی فرمایا کہ سب دعا کرو میں بھی شریک ہوجاؤنگا مگر میری دعا بغیر مٹھائی کے نہیں چلتی اسپر کسی اور امیر نے کچھ وعدہ کیا جو مجھے یاد نہیں رہا اسپر آپ نے سب لوگون کے ساتھ ملکر موافقت ہوا کی دُعا کی اور ہوا موافق ہوگئی جہاز کا لنگر کھولدیا گیا اور جتنے دنون میں اچھی ہوا کی حالت مین جہاز جدہ پہونچتا تھا اُس سے نصف دنون میں ہمارا جہاز جدہ پہنچ گیا۔

حاشیہ حکایت (۶۰) **قولہ** مذاق کرتے تھے **اقول** لا یسخر قوم من قوم کے خلاف کا شبہ نہ کیا جاوے اسکا محمل یہ ہے کہ جس سے مزاح کیا جاتا ہی اُسکو حقیر سمجھے چنانچہ اسکی علت میں عسی ان یکونوا خیرا منھم ارشاد فرمانا اسکی قطعی دلیل ہے اور مٹھائی کی شرط یہ بھی اسی مزاح کا ایک شعبہ ہے (**شت**)

(۶۱) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے حکیم خادم علی صاحب و حکیم عبدالسلام صاحب و مولوی سراج احمد صاحب خورجوی سے سنا ہے یہ حضرات فرماتے تھے کہ خانہ کعبہ مین مردون و عورتون کا داخلہ ساتھ ساتھ ہوتا تھا جب مولانا اسمٰعیل صاحب نے یہ حالت دیکھی تو وہ اور انکے ساتھی ننگی تلواریں لیکر خانہ کعبہ پر کہڑے ہوگئے اور فرمایا کہ اگر عورتوں کے ساتھ مرد اور مردوں کے ساتھ عورتیں داخل ہونگی تو ہم تلوار سے سر اڑا دینگے اسپر بہت شور و شغب ہوا مگر مولانا اور انکے ساتھی اپنی بات پر جمے رہے اور مشترکہ داخلہ کو بند کرا کر چھوڑا۔ یہ قصہ مین نے یہیں تک سُنا تھا جب مین نے

(باقی آیندہ)

کتب جدیدہ علمیہ

مصنفہ مولوی اشفاق الرحمن صاحب کاندہلوی

اَلطِّیبُ الشَّذِیُّ فِی شَرحِ التِّرمِذِی — جلد اوّل حامل متن (مطبوعہ ٹائپ استنبولی)

یہ ترمذی کی نہایت مفصل اور مبسوط شرح ہی جسکی تکمیل کے عرصہ سے علماء وطلباً منتظر تھے سو بحمد اللہ جلد اوّل مکمل ہو کر طبع ہوگئی ہی اور جلد ثانی زیر طبع ہے جلد اوّل ۲۰×۲۶ سائز ۱/۸ ضخامت۔ صفحہ ۱۶۰ تا ختم کتاب الطہارۃ ہے

اس شرح مین بعض ایسی خصوصیات ہیں جو دیگر شروح میں کمیاب بلکہ نایاب ہین ؛

(۱) جس راوی کا اولاً ذکر آیا ہے اُسکی جرح و تعدیل مین مبسوط گفتگو کی گئی ہے۔

(۲) جلد اوّل میں جسقدر رواۃ سے بحث کیگئی ہی اسکے معلوم کرنے کیلئے شروع مین اسماء رواۃ کی ایک فہرست معہ حوالہ صفحات لکھدیگئی ہے جس سے وہ فہرست گویا اسماء الرجال کا ایک مستقل رسالہ بنگیا۔

(۳) ابتداء مقدمہ میں مبادی اور انواع کتب حدیث اور ' وین حدیث سے مفصل بحث کی گئی ہی گویا مقدمہ اصول حدیث کا ایک مستقل رسالہ ہوگیا۔

(۴) ہرباب مین مذاہب علماء کی توضیح کے بعد مذہب حنفیہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور حنفیہ کے دلائل کے بعد دوسرے ادلہ کا جواب بھی کافی شافی دیا گیا ہے۔

(۵) ترمذی کا مشہور مسئلہ وفی الباب عن فلان ہے جسمین طلبا تو درکنار مدرسین کو بھی سخت مشکل پیش آتی ہی اس شرح میں حتی الوسع قریب قریب سب کا حوالہ اور تخریج کی گئی ہی۔

(۶) حل حدیث اور لغات مین حتی الوسع سلف کی اقتداء کی گئی ہے۔

باوجود اسکے قیمت قسم معمولی ؎ اور قسم اعلےٰ للعہ اور مجلد اگر مطلوب ہو تو ۸ قیمت جلد کا اضافہ ہوگا

اَلطِّیبُ الشَّذِیُّ جلد دوم

زیر طبع از کتاب الصلوۃ یہ جلد اول سے بدرجہا مضامین کے اعتبار سے بہتر ہے جلد اوّل کی گرانی اور ٹائپ میں ہونیکی شکایات بکثرت موصول ہونیکی بناپر اس جلد کو اسی سائز پر لیتھو مین طبع کرایا جارہا ہے اور اسی ضخامت پر ختم کیجاویگی۔ لیکن قیمت دو اور تین روپے کے درمیان رہیگی۔

نور العینین فی تحقیق رفع الیدین

اس رسالہ میں ثبوت رفع یدین کی جملہ روایات مع تخریج و تنقید و ترجمہ نقل کرنیکے بعد حنفیہ کے دلائل عدم سنیت رفع یدین کے مفصل بیان کئے گئے ہیں اور دوسری ادلہ کے مفصل جواب دیے گئے ہیں جس سے مسئلہ نہایت روشن اور ناظرین کو کافی علمی بصیرت ہوگی پس ہرایک اہل علم اور علم دوست کو اس رسالہ کیضرورت ہے رسالہ زیر طبع ہی قیمت ۲ر فرمائشیں جلد آنی چاہئیں تاکہ طباعت میں عجلت کیجاوے فریق ثانی اس قسم کے رسائل مفت شائع کرتے ہیں حنفیہ متمولین کو بھی توجہ کی حاجت ہی اگر ایسے رسائل کی اشاعت کافی کرین تو بیحد نفع متوقع ہے۔

الکلام سلسلہ عقائد کا پہلا نمبر (۱)

ہم نے ارادہ کیا ہے کہ عقائد (مثل وجود باری تعالےٰ اور توحید و صفات باری نبوت انبیاء اعجاز قرآنی اختتام نبوت۔ حیات۔ وفات۔ مسیح تناسخ و معراج وغیرہ وغیرہ) پر مفصل سلسلہ وار کلام کرین اور یہ اس سلسلہ کا پہلا نمبر ہے۔

تنسیق الکلام فی صانع النظام

اس رسالہ میں خدا کے وجود کو مفصل دلائل سے ثابت کرکے دہریت کو بالکل باطل کیا ہی اور آخر رسالہ میں ایک فرضی اور دلچسپ مناظرہ (خدا کے ماننے والے اور دہریہ کا) قائم کرکے موضوع کلام پر واضح روشنی ڈالی ہے **قیمت چار آنے** (۴ر) زیر طبع ؛

ملنے کا پتہ:۔ **محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی**

تصنیف جدید سیّدی و مرشدی حکیم الامتہ محی السنتہ حضرت مولٰنا

مولوی قاری حاجی حافظ شاہ محمدؐ اشرفعلی صاحب مدظلہم العالی

الثواب الجلی تتمہ المسک الذکی

یہ ترمذی کا وہ حاشیہ ہے جسکو حضرت مولانا مقتدانا شاہ محمدؐ اشرفعلی صاحب تہانوی متعنا اللہ بطول بقائہ نے اپنے زمانہ تدریس مین ترمذی شریف پر ارقام فرمایا تھا جس کا جامع مانع اور مفید و ضروری ہونا مصنف کے تبحر علمی سے روشن ہے یہ حاشیہ عربی مین ترمذی کی کتاب التفسیر ہے جسمین حضرت ممدوح نے ضروری ضروری مقامات پر نہایت مختصر اور ایسا مفید حل فرمایا ہے جسکی ہر ترمذی خوان بلکہ ہر ایک طالبعلم کو اشد ضرورت ہے رسالہ کی لکھائی طباعت بینظیر لوح نہایت حسین کاغذ ولایتی چکنا ۲۸ پونڈ سائز ۲۰×۲۶ ۱/۸ ضخامت ۴ جز باوجود اسکے قیمت صرف بارہ آنے۔ (۱۲/)

سرسیّد کا اسلام

اس عجیب و غریب و مشہور و معروف رسالہ مین سرسیّد احمد خان بانی علی گڈھ کالج کے نیچری عقائد خود انکی ہی تفسیر سے نقل کرکے عالمانہ تردید کیگئی ہے اور سرسیّد نے جو وحی و الہام۔ معجزہ و کرامت۔ ملائکہ و شیطان دوزخ و جنت کا مضحکہ اڑایا ہے وہ سب مسلمانونکے سامنے رکھدیا ہے جس سے ہر منصف مزاج کو معلوم ہو سکتا ہے کہ علمائے اسلام نے جو سرسیّد پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا وہ کسی ضد و نفسانیت پر مبنی نہ تھا بلکہ واقعی سرسیّد نے قرآن شریف مین معنوی تحریف کرکے ایک ایسے سنگین جرم کا ارتکاب کیا تھا کہ جس سے باوجود ہزار دعوئ اسلام کوئی شخص مسلمان نہین رہ سکتا قیمت ۸/

ملنے کا پتہ:۔ پوسٹ بکس نمبر ایک دہلی